

طی حرم سرا

طی حرم کے اہتمام کو کھلا نہایت عمدہ طریقہ سے طابریک
 ترکون کی معاشرتی خرابیوں کو کشت از بام کیا ہے حسنِ حشمت کی
 سرشار مازیان گہائی میں بہت ہی دلچسپ اور سرت آئینہ

افسانہ ہے
 (مصنف)

عشقی مہر علی رضا ہستم

(مصنف)

محاورہ پر نفاذ تسمیہ تہجیر
 ہے

بعد اذ تصدیق حق والحق

عشقی مہر علی رضا ہستم

ہم دم برقی پر پیرا لکھنؤ

پیش کیا گیا

پیش کیا گیا

پیش کیا گیا

شیطان زادہ

میان پوت

سجیہ چھپو

آپ کی حرکات عام ہی بانٹ لے لو گھا۔ اچھوتا۔ اخلاقی اور طریقات ناول۔
 سے ظاہر نہیں ہوتا ہے جسے بڑھ کر خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے عجیب
 اور لوٹے پوٹے ہر حال میں بدل کش انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ زبان ادبیت اور فن کا انداز
 ایک زائما دار ہے۔ کما بہترین نمونہ ہے۔ لیکن واضح رہے کہ جو لوگ بے رغبت مکی اور قوی
 شہرہ لاس کے کہ عرصہ میں فرشتے کی طرح میان میں وہ ہرگز ہرگز نہ پڑھیں۔ بہت سی جگہ تک غنیم
 واقعات تو بخوبی گمانت تصور کر لیں گے۔
 وچپ بننے اور ہنسانے والا قیمت صرف ۲۲ روپے سی بادی جگہ ایک بار سنی حال
 چکر اور قریق بہت روز دیکھا
 قیمت ۱۲ روپے

خجابت

سراپیش

عشق و محبت کا دردناک انجام ناخوش
 اور زخمی دل کی سخت خیر اور
 شہیلی آنکھیں لپٹ کر
 اور دل و جسموں کے جان و دل مقابلے اس کتاب کی نگار و با تجارت کا
 جان پہن۔ شجاعت اور دلیری کا بہترین نمونہ
 ہے جو دیکھنے سے غلوں رکھتا ہے جن عشق
 کے چیلنے اور دگنا دین۔
 استبداد پندار حکمران طبقہ کی
 جہاں رہتا ہے۔ ہر قسم تحاریروں کا
 نقشہ کھینچا گیا ہے جو حوصلہ آزادی کے لئے
 سید المرثیہ مظلومیت اور حکومت کا کہہ نہ
 آزاد کا خضر راہ۔ قیمت آٹھ آنے

شکی حرم سرا

پہلا باب

۱۸۹۹ء کا زمانہ تیسرے سلطان سلیم کا دور نظام سلطنت ایک قابل جماعت کے ہاتھ میں۔ مگر انقلاب زمانے کے کچھ اور ہی رنگ دکھایا۔ نسہہ پرانہ اور کادور برہ گیا۔ بغاوت کے شرائے بھڑک اٹھے۔ روزمرہ ملی بات سننے میں آجاتی باجوان کی شورہ پشیمان۔ یہ رعایا ترکستان عاجز تھی۔ بدافنی پھیلنی جاتی تھی۔ اس پر امنی کا سبب کیا۔ یہ کہ ہمارا ویسا نہ تھا بہت ہی خطرناک اور پیچیدہ بنی بڑھانے والا تھا۔ کاش ترکستان میں بدگلی کی حمایت کوئی دیا پھیل جاتی سینکڑوں آدمی اندر طعنہ اجل ہوتے تو بھی اہل بدنامی پھیلی اور لوگ اس درخالف دترسان ہوتے۔ آخر یہ فتنہ اور فساد کی آدھیاں کمان سے اٹھیں۔ لایہ زار تھیں اور یہ پتہ چینی کیون پھیل گئی۔

سلطان سلیم سادہ مزاج رحیم اور بامروت شخص تھا جب تک کوئی شخص قانون کی خلاف ورزی نہ کرتا تو اس کی کیا باتا۔ رعایا کے ساتھ زبردستی کے مظالم نہ ہوتے جاتے کوئی کسی سے بھارتیہ کے ساتھ دولت چھین کر اپنا گھر نہ بھر سکتا۔ پھر اس شورش اڑنے کی وجہ کیا کیون قسطنطنیہ میں گھر گھر پھیل رہی تھی۔ کیون باشندگان قسطنطنیہ خائف و لرزان تھے۔ اس خوف اور گھبراہٹ کا کوئی دوسرا ہی سبب تھا۔

اس قصے کے دو برس قبل نواح قسطنطنیہ میں خیر بھلی ہوئی تھی کہ گذشتہ سال سے فی زمانہ کہیں زیادہ انسانوں کی لاشیں طبع باسفورس کے ساحل پر پتی آجاتی ہیں۔ یہ قسطنطنیہ کا عام

روان تھا کہ وہ اشخاص جو جہلپن جو رعون کی آوارگی سے عاجز و پریشان ہو جاتے تھے اکثر نواب یا رئیس اپنی کنیزوں کی بد اخلاقی یا عصمت فرستی سے طیش کھا کے انھیں قتل کر دیتے تھے اور لاشیں بیچ باسفورس میں چھپا دیتے جاتی تھیں اس لیے باہرہ طلیح باسفورس کے ساحل پر بڑے نظر آتے تھے۔ چنانچہ اس قتل کے آٹھ سال قبل بیچ باسفورس کے کنارے پرستی ہوئی لاشوں کا شمار بڑھ گیا تھا۔ کثیر تعداد میں لاشے نظر آنے سے لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ کسی مخفی جگہ میں قتل و غارت کی خونخوارک دار دات ہو کرتی ہے۔

طیش غضب کے پیلے نواب رئیس جہلپن کنیزوں کو قتل کر کے پتاروں میں بند کر کے باسفورس میں آتے تھے اکثر عورتیں سلطان کے مظالم کا شکار ہو جاتی تھیں ان کی گردن میں شہم کی ڈوری سے پھانسی لگا دی جاتی تھی مگر لاشیں نسبت سے لب طلیح بہتی آ جاتی تھیں وہ تو دور میں بند ہوتی تھیں۔ ان کی گردن میں رسی کا کوئی نشان نہ پاتا تھا۔ البتہ شاہی پھونچے روزہ کی پشت پر گردن سے فرسے کی نالی تھیں یا گھر کا گھر مقرب قاتل پر گھرا ازم اس طرح نظر آتا تھا۔ گویا شہم پر رسی خبیث نفس شیطانی کے ایک خون فاریا ہے۔ علاوہ اس کے جن عورتوں کی دھوکے فریب سے جان لی جاتی تھی وہ وہ بڑھی یا بچہ نہیں تھی۔ اٹھارہ بیس سال کا سن شباب کا آغاز پھر نولہ سو رتی میں بھی قاتل کی بری کو مات کئے ملی ہوئی تھیں۔ ان میں شہر ایزی۔ یہودی وغیرہ اقوام کی تھیں اور زیادہ تر حیت اس بات کی تھی کہ یہ کل لاشیں: برون اور قہمتی پوشاکیں سےلبوس ہوتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ قاتل نے ان عورتوں کو زور و یور کے لحاظ سے زمین قتل کیا۔ اور لطف یہ تھا کہ ان لاشوں پر ایک ہی طرح کا فحم لگا ہوا تھا معلوم ہوتا تھا کہ ان عورتوں کا قاتل ایک ہی آدمی تھا۔ گذشتہ دوسالی سے تمام قسطنطنیہ میں اس جرم کی خبریں اور رہی تھیں۔ ان سال کے مابین تین سو سے زیادہ لاشیں ساحل باسفورس پر آ چکی تھیں اس بات کا بھی یہ لگتا تھا کہ ان لاشوں کے علاوہ بہت سی لاشیں شاہ مارمر اور بولور میں پیدا ہوئی تھیں۔ قسطنطنیہ کے باشندے میں چھٹی چیل جاسے کا یہی سبب تھا۔ اکثر مذہبی ظالموں کی شہ جہا کا شکار میں گئے تھے بہت سے گھر بے چراغ ہو گئے تھے کہ شہر بچے تیم خانہ میں رہا والے مائے چہرتے بھی بیوہ عورتیں بے وارث اپنے سوتہ رکھتی تھیں۔ اپنے بھائی کے قتل کر دیے جانے سے کتنے بھائیوں کے بازو شکست ہو گئے تھے۔ بہتر کو شہر کی سراغ لگایا۔ اس بات کا پتہ نہ چلتا تھا نہ چلا کہ اس خونریزی کا باعث ہے۔ کہن قاتل ہے۔ اگر کس جرم پر سفاکی برتی جاتی ہو۔ بڑے بڑے

اُس نے اسی وقت ذرا سنگدلی سے کام کیا۔ کو قوال کے پیش ہوتے ہی حکم دیا۔
 کینجٹ آفندی ا پولیس تیسرے حکم کی پابندی اور پھر بھی خلج باغ میں اس کے ساحل پر ہنگامہ مچا ہوا
 ہے۔ کشت و خون بند نہیں ہوتا۔ اور توکان میں تیس ڈالے بیٹھا رہتا ہے۔ کچھ انتظام نہیں ہوتا۔
 کیا میر کیا عیب ہر شخص ان ظالموں سے عاجز ہے۔ باغ میں اس خون آلودہ مچھلی کی طرح ہی رہتا
 ہے۔ ہر شخص اس عیب و نقائص سے مہربوت ہو رہا ہے۔ اور مجھے کچھ خبر نہیں۔ یہاں تو لوگوں کا
 خون اورٹ رہا ہے۔ شب کو نیر نہیں آتی۔ ایسی حالت میں مجھے چین کمان۔ دول یارب اور طیف
 حکومت میں اس سلطنت کو کس نگاہ سے دیکھیں گی۔ کیا قہر آتی نازل ہونے میں کچھ کسر ہو (دم نکری)
 سن اور آفندی اپنے بادشاہ وخت کی ہر ایک بات یاد رکھ۔ جلد پتہ لگا۔ کسی کی ذات سے روز
 خود بخود ہو رہا ہے۔ ایک ہفتہ کی صلیت دیکھتی ہو اس مدت میں اگر عقدہ کشائی کر سکا اور مظالم
 بڑے گئے تو پھر رکھ تیرا سر قلم کر کے تیری عالی شان عمارت کے دروازے پر آویزان کر دیا جائیگا تاکہ دوسروں
 کو عبرت ہو۔ اور سب سے لوگ ہوشیار ہو جائیں۔

کو قوال چارہ سادہ و صاف منہ سے اٹھا۔ جو اب پیش کی ہمت نہ پڑی سرخم کر کے تین بار سلام
 کیا اور فکر اندیشہ میں غلطان پرچہ ان پچھلے قانون دربار سے نکل کر۔ حرم سلطان کو بھیجی جی سخت
 کلاسی کا بیج تھا۔ حکم دیتے ہی سند سے اونٹن کا داخل محل ہو گیا اپنے دونوں فرزند مصطفیٰ اور محمد کو
 طالب کر کے اپنی تلخ کلاسی کی دہانہ منائی۔ دروازہ شاہزادوں نے باپ کی دبوکی کی۔ اس جگہ ہم بھی
 اٹھا۔ پیچہ دینے میں کہ رکی دربار میں ایک بیوقوفانہ چراتھا شاہزادوں کو قصر سلطانی۔ اور شاہی
 باغچوں کے باہر جانے کی ممانعت تھی۔ نہ وہ کسی بیرونی شخص سے ہم کلام ہو سکتے تھے پھر بھی جو
 خاص خاص باتیں باہر ہوتی تھیں شاہزادوں کے گوش گزار ہو جاتی تھیں۔ اسی قاعدہ سے
 مصطفیٰ اور محمد بھی اس خوبی و واردات کی شرح کیفیت سے باخبر ہو گئے تھے۔ سلطان نے
 جب اسے سنت سنا تو کہا تو محمد اور مصطفیٰ بادشاہ کی دو زبانہ ریشی کے متصرف ہوئے۔ بہت کچھ
 کی اور سکین دلاسا کے کرتا بیں قلوب کر دی۔ ادھر برصیلا ندری اپنے مکان پر پہنچا۔
 اپنی بی بی اور ساری خیمہ رانی اسے سلطانی قہر و غضب کا ذکر کیا اور کہا۔

متواتر دو سال سے بڑے بڑے افسر اس واردات کا پتہ لگا رہے ہیں تمام رعایا شیش
 کر رہی ہو گریب بے سود کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ بندہ کب ایک ہفتہ اندر غوثی شخص کا سراغ لگا
 سکتا ہے۔ میرے کچھ اس پر انگندہ ہیں۔ آغا سلطان میرے خون کا پیاسا ہے۔

اس کی مراد ہو یہ قتل کر دیا جائے۔ مائے۔ اس میں خود اس پوری ہوگی اور میں کچھ سرسکونگا
 زلیخا (حسن آفندی سے) پیالے باپ اکیا ایسا کوئی رفیق نہیں ہے جو سلطان پر دباؤ ڈال کر حکم
 ستر دکر لے۔

زلیخا کی والدہ۔ میرا اور شاہی فوج کا پاشا ہے۔ اگر اس سے دعا تھا ہر کیا جائے تو غالباً
 وہ ایسی ہی کوشش کر سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ حکم بدل دیا جائے۔

کو تو ال۔ نہیں۔ سلطان اپنی ضد کا پتلا ہے وہ کبھی پاشا کیا وزیر عظم کی الحاح و زاری کا
 تو خیال کر سکتا نہیں۔ دربار میں شاہ کے خنونت آمیز قیودن پر جب خیال دوڑتا ہے میری
 روح لرز اٹھتی ہے۔

اس کے بعد صبح و بکرم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سناٹا چھا گیا۔ آخر کار کو تو ال کی جو روئے
 سکوئی قفل محسوس کر کے جا اب دیا یہ کسی وقت آپ نے کسی بڑے منصب دار کی خدمت کی تھی
 انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ۔

اس کلام سے حسن آفندی کو کچھ امید ہوئی اپنی جو رو کا قطع کلام کر کے لوٹ اٹھا۔
 تمھارا کہنا درست ہے بیشک اس شخص سے نہ دینیے سلطان اپنے حکم پر قائم نہیں رہتا۔ مگر
 ایک بار کی گزارش سے کام نہیں چل سکتا۔ وہ حضرت بھی کئی روز تک متواتر بادشاہ کے کان
 میں بھرتے رہیں۔ تو شاید کامیابی کی صوت نظر آسکے۔

مادر زلیخا۔ پھر دیر بے فائدہ ہو۔ ہماری خوشہ زلیخا خط لیکر جا چکی۔ اس شخص کے روبرو
 کھڑے ہو کر اپنے باپ کی سفارش کرنا بیجا نہیں ہو۔ وہ حضرت را علی عسکر پرستان میں کر
 مگر بہن نہایت رحمدل۔

حسن آفندی نے درخواست تحریر کی اور حسین اور جمیل خوشہ زلیخا) چہرے پر نقاب ڈالے
 دو جشن کینڈون کے ہمراہ باپ کے دارالامارہ سے باہر ہوئی۔ بازار واد سے ہوئی وہیں منور
 عورتیں ہر سلطان کے رفیق پچھا تک پہنچیں زلیخا نے دو کینڈون کو باہر سے لے کر
 دیا اور خود انہوں نے بچاؤ کے اہل ہوئی۔ ایک خاص اشارہ کی ہوئی ہے کہ وہ زمانہ کی بنا
 ستر یوں اور مسلح غلاموں کے درمیان بیجا کاندہ قدم مارتی ایک خند بکرت آئے تھے پھر
 بارہ درمی بین پہنچا۔

تو کی زبان میں بادشاہ کا جمل کہلاتا ہے۔

اس بارہ درمی کی اندرونی کیفیت ہم ابھی نہیں بیان کر سکتے اتنا ہی کہنا مناسب ہے کہ ایک گھنٹہ کے اندر نہ لیجی اس بارہ درمی سے نکلی آئی اور دونوں پرستاروں کے ہمراہ اپنے مکان کی طرف لمبی پٹری۔ اس وقت اس کے قدم بہت عیش کے ساتھ پڑے تھے چہرہ شباں دل شگفتہ فرح و جنت سے شل گل بہترین سے نکلی جھاگتی تھی۔

مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے پندرہ گوار کے قدموں کا بوسہ لیا پھر آغوش عاطفت میں لیٹ رہی۔ اس وقت اس کے جادو جہاں آنکھیں بے نظارت اشک نہ جھک نہ کھک کر گلابی رخساروں سے ہوتے ہوئے اس نے آنکھوں کو تر کر دیا۔ وہ اپنے اس کی خوش قسمت کے چہرے پر نگاہ ڈال کر سمجھ لیا کہ شمع کی خاطر اس نے شفقت اٹھائی تھی مہل ہو گیا۔ پھر تو تھکے بعد زینے پر بارہ درمی سے اندر کی کیفیت جو کچھ مشاہدہ کی تھی ہو ہو گونگزار کر دی۔ ہاں اس ہونہار خستہ کی زبان میں سے لیکر پیار کرنے لگی۔

حسن مہندی۔ بولا۔

دخت رخت جگر۔ آج تجھے اپنے ماسون پاشاہ کے پاس جانا ہو گا۔ سلطانی حکم اور اسے گوش زد کر دینے کے بعد ان کے قلب کو تسکین دینا اور عرض کرنا ممکن ہے۔ یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ میرے اچھے باپ! مجھ سے کہہ دیا گیا ہے کہ اس مقدمہ کی بھنگ بھرا اپنے والدین کے اور حسن کے کان میں نہ پڑنے پائے۔

حسن مہندی۔ پھر تو ہم کو کون کونسا جگہ کی کیفیت کسی سے نہ کہنی چاہیے۔ بیٹی! تم اپنے ماسون سے اتنا ہی کہنا کہ میں اس ہفتہ میں خودی کا راز نہ لگاؤں گا۔ نہ راز قدس کی نقیض کر لینے سے امکان پھر کوشش کروں گا۔ اگر کامیابی کی صورت نہ نکلی تو آٹھویں روز علی الصباح ایک بہادر شخص کی مثال جان دیدوں گا۔

دوسرا باب

منہرجہ بالا واقعات کے دو سکر روز شام کے وقت قسطنطنیہ کی عام گزرگاہ شکر پر ایک وجہ خوبصورت جوان قیمتی پوشاک زیب جسم کے گشت لگا رہا ہے۔ جوان خوبصورتی کے علاوہ تین۔ چار سال کا ہے۔ عمر بھی ۲۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔

ٹھٹھٹے سٹیلے چہل قدمی کرتے کرتے اکیبارا کسی نظر نے کسی ہوٹل کی گھڑکیوں سے ماکھائی دیکھا عمارت کے اندر روشہ ہو رہی ہو۔ جوان لپک کر مکان کے اندر دوڑا اور آتے ہی جام شراب اور حقہ طلب کیا۔

کمرے کے اندر صرف دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ چہرے مڑے اور وضع قطع سے غلام ہوتا تھا کہ یہ دونوں غریب الوطن سا فریونان کے باشندے ہیں۔ اور دونوں کے چہرے مثل گلاب شکستہ تھے۔ دونوں بچہ سرشار جام اور شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ دونوں اٹھ باہم ہم کلام تھے کہ جوان کے آئینے کی خبر نہ ہوئی۔

جوان کی آواز سن کر دونوں چونک اٹھے اور لب بند کر کے سکوت کے عالم میں دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آ کر نو جوان ترک سے تپاک کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ان دونوں میں ایک لوکس اور دوسرا جو لین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لوکس جو لین میں شاید ایک سال کا تفاوت تھا۔ لوکس عمر میں کلان جو لین نو، دھکا۔ مرنے قبضہ کی قیمتی تلوار میں کمر سے لٹکی ہوئی تھیں۔ چھوٹی سی خوبصورت ٹوپی زیب سر بھی جو لین کی وضع قطع بالکل یونانیوں کی طرح تھی سیاہ گیسو کی کاکلین شانوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ طرز گفتگو سے پایا جاتا تھا کہ یہ دونوں ایک ہی درس گاہ کے متعلم کسی لیسنہ خانہ ان کے دوست ہیں۔

دونوں باپ سے اجازت لیکر دنیا کی سب کو نیک تھے۔ سلطانہ آئے ہوئے دو ہفتہ گئے ہوئے۔ نو جوان ترک نے بہت نرم لہجہ سے جواب دیا۔

میرا نام سلیم ہے۔ میں بھی مجب سیر وطن سے نکلی تھا ہوا خوش قسمتی سے آپ کا نیاز حاصل ہو گیا۔ آج ہی صبح اس شہر میں آنا ہوا ہے۔

سلیم کے طرز کلام سے دونوں یونانی خوش ہو گئے ٹیل پر خلیل کے آگے جام و شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ دونوں یونانیوں نے بھی اپنی اپنی بوتل اور ساغرا سی میر پر بھدیر۔ خلیل۔ کیا آپ نے اس شہر میں آ کر کوئی ایسی بات سنی کہ جس سے آپ کو انوس ہو یا ہو۔ اور آپ کی طبیعت پر آگندہ ہو سکی ہو۔ میں نے کچھ دیر قبل یہاں ہی ہوش ربا واقعہ سنا ہے اگر آپ سننے تو اس شہر سے آج ہی کوچ کر جاتے اور اگر مجھے خبر ہوئی تو ہرگز یہاں آینکا قصد نہ کرتا۔

لوکس۔ آپ کا مطلب سمجھ گئے۔ علاوہ ان بات کہنا نہ کہ بہن یہ فکر لگی ہوئی ہے کاش

خونی کا پتہ لگ گیا تو کسی کچھ خرابی ہوگی۔ کیا آپ کو اس افام کی خبر سے نا آشنا ہیں جو دسترس
پولس سے نشتر ہو چکی ہے۔

خانیل۔ سب کچھ ہوں اور بیان افام پالینے کی ہوس بھی نہیں۔ اندکادیا سب کچھ موجود ہے
کچھ دیر تک خوشان کا عالم طاری رہا۔ لوکس نے پھر زبان کو حرکت دی۔

نور جبریل و اس شہر میں ہمارا گذر ہوا۔ عجیب بات مشاہدے میں آئی۔ کاش یہاں کشت و
کی خبر ہوتی تو حاشا اس معاملے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔ انہوں نے خود نیکی کی خبروں سے ہم دور کر
روز واقف ہوئے۔

جو لین۔ دربار بے سکر کہہ کر قدر سیدھا تھا۔ اس معاملے میں ایک طرح کی دل لگی ہو گئی ہے۔
خانیل۔ دل لگی کسی۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔ بات کیا ہے۔

لوکس۔ بان۔ بان۔ آپ بھی سماعت فرمائیے۔ آپ کو یاد ہوگا اس شہر میں آنے سے صرف پندرہ
یوم ہوئے ہیں جس شام کو وہ موعکہ گذرا۔ جو لین تھک گیا تھا۔ گھوڑے کا انون چوٹ کھانے سے
تنگ کرتا تھا۔ لہذا کسی جگہ قیام کی دھن سمائی۔ ناچار ہوٹل میں آکے فروکش ہوئے۔ خواجگاہ
کے کمرے میں جا کے لیٹا ہے مجھے میرا شوق یہیں کیے تھا۔ کہ اسی وقت تمام تر کشت و کولن
جو دیکھنا ہے دیکھ لوں۔ لوکس خراٹے بھرے لگا۔ میں بترسے اٹھا۔ شرک پڑا یا۔ ایک سیرن سڑا
راہ بارہی تھی مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ اور ایک خاص مکان کا پتہ پوچھا۔ میں نے جواب دیا نیکی بخت!
آج ہی اس شہر میں آیا ہوں خوش باش ہوں۔ حال سے ناواقف ہوں۔

یہ سنکر آئے مجھے باتوں میں لگایا۔ آہستہ آہستہ کہنے لگی مایہ خور و حیرت انگیز جوان کی آواز
سکر سیری بگم کتنی خوش ہو گئی۔

میرا اٹھا اٹھنا۔ دلی میں کچھ کالا ہو۔ تاہم مجھے کچھ ہراس ہوا۔ کیونکہ ابھی تک اس خونی
واردات سے کان نا آشنا تھے۔ ورنہ ہوشیار رہتا۔ احتیاط سے کام لیتا۔ میں نے ہیزن سے
پوچھا تمہاری دیکھ کا نام کیا ہے۔

پہلے بڑھی دم خوردہ سی۔ کچھ دیر بعد بولی۔
لبل س سے زیادہ استغفار نہ فرمائیے۔ زیادہ کہو اس کیجئے گا چلی جائیگی نہ
میں نے کہا۔ خیر کچھ نہ پوچھو گا۔ بلکہ تمہارے اشارے پر کام کر دوں گا تاہم اپنی سیم نکم مجھے
ہو بخیا دو۔

اُس نے بائیں کرتے کرتے کسی کی حسنِ الٰہی کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ خیر۔ چلے تو وہ جھجکی۔ پھر پوچھا۔ آپ کون ہیں کیا کرتے ہیں۔ ہفت طائفہ تشریف لائیکا باعث کیا ہو۔ میں نے بھی جواب نہ دیا۔ بڑھی آگے بڑھی میں بھی ایشیت پر کام فرمائی کرنے لگا۔ چلتے چلتے ہم اور بڑھی لب دریا پہنچ گئے۔ ایک کشتی بسا مل گئی ہوئی تھی۔ دو غلام جوشی مسلح بیٹھے ہوئے۔ بڑھی نے کشتی پر سوار ہو جانے کا اشارہ فرمایا۔ میں منشی خوشی سوار ہو گیا ایشیت پر دو نوں جوشون نے بھی لاف تو بڑی دیے۔ کشتی بہاؤ پر چھوڑ دی گئی کچھ دیر بعد باسفورس کے ساحل نظر آنے لگے۔ میں سمجھ گیا بڑھی مکان کی ہتلاشی نہ تھی۔ بلکہ اپنی جوانِ عظیم کے واسطے کسی مرد کی تلاش کرتی تھی۔

جو چین۔ دستِ الوکس! قصے کو طول نہ دو صرف مطلب ادا کر دو۔
لوکس۔ (زیر لب خندہ کر کے) بہتر۔ ہماری کشتی ایک گھنٹہ کے اندر ٹیلے کے متصل پہنچ گئی۔ بڑھی اتری اور ایشیت پر آنے کا اشارہ کیا۔ میں بھی اترا اور بڑھی کے ہمراہ ایک پر فضا باخچہ میں داخل ہوا۔ دیکھا۔ وسط باغ میں لب دریا ایک فصیح نشانِ عمارت کھڑی ہے درختوں کے کنبے سے ہوتے ہوئے کشادہ میدان میں ہم دونوں کا گنہہ ہو اگو عمارت کا بلند بھانگ کسی کی دیدہ امتحان کی طرح واقعہ اگر بڑھی کترائی ہوئی عمارت کی ایشیت پر لگی۔ یہاں چور کھڑی تھی۔ اس کی چابی بڑھی کے پاس تھی۔ وہ مجھے پاس کے زینہ پر لگی۔ زینہ پر بھلی فرش لگا ہوا تھا۔ فرش ملائم تھا بالوں اندر گھسے جاتے تھے کہ گدہا ہت سے تو لوں کو آرام پہنچا تھا۔ یہاں سے ایک راستہ اور تھا۔ جو بہت لمبا تھا۔ اس راستے میں صند دروازے سے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے محاذ میں تھے۔ نقشِ نقری لیمپ چھت میں آئیناں تھا۔ اسکی روشنی سے راتہ صاف محسوس ہوتا تھا۔ بڑھی دروازے کی ایشیت کے آگے بڑھی اتفاقاً کوئی شے نظر پڑی بڑھی ٹھکی۔ پیچھے کھسک آئی۔ میں سمجھا کوئی زہر پلا کر ہے۔ میرا خیال غلط تھا۔ بڑھکر دیکھا معلوم ہوا۔ کیرا نہیں ہے۔ کسی کی جوتی ہے۔ کوئی شخص اتار کر اندر گیا ہے۔

خلیل۔ ہاں۔ ہاں۔ زبان نہ روکیے بیان کیجیے پھر کیا ہوا۔ یہاں کا دروازہ ہی یہ ہے۔ جب شوہر اپنی بی بی کے کمرے میں جاتا ہے تو وہ لکیر لیتا ہے کسی کی جوتی دروازے سے باہر رکھی تو نہیں ہے۔ بغیر اتھرنے کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ شاید آپس دروازے سے اٹھائیں لوکس۔ جی ہاں۔ مجھے بڑھی کے اس کھینچے ہوئے ہتھیار کی گونج بڑھ کر آیا۔ اتنے میں اندر سے

دروازے کے پٹ کھسکانے کی صدا محسوس ہوئی۔ معلوم ہوا کوئی باہر آتا ہے۔ بڑھی نے سامنے کا دروازہ کھول کر دیکھا اندر ڈھکیں دیا۔ اس اثنا میں پہلا دروازہ کٹا ہوا کھلی پانی سی۔
 ۲۲ آمنہ! آمنہ! یہ بوقت بڑھی کمان چلی جاتی ہے۔ مین اس آواز سے کانپ گیا۔ اتنے میں اس کمرے کا دوسرا دروازہ اندر سے بند تھا کھل گیا۔ روشنی محسوس ہوئی۔ اور ایک گلفام عورت نقاب اٹھا کے میسرے پر بیٹھ آئی۔

خلیل۔ پیاسے کو کس۔ کسی صاحب عصمت و عفت بی بی کا دھوکے سے کل آنا اور
 لہر نظر ڈالنا دائرہ تہذیب اور شرافت سے باہر ہے۔ آپ کو آنکھ بند کر لینا چاہیے تھا۔
 لو کس۔ گریس کے اختیار سے بیات باہر تھی کیونکہ نگاہ سے نگاہ مل جانے پر آنکھ کھل کر رہ گئی۔ مجھے فکر غالب تھی۔ یہ کون ہے اور کیوں اتنی ہی مرد کے روبرو آئی۔ اتنے میں اس غصہ دہن کے لب بھڑپن سے یہ کلمہ نکلا۔ آپ کو کون صاحب ہیں۔ اور یہاں آئے کیا سب کیا ہوئے
 میسرے کے جواب نہ نکلا تھا کہ ایک ماہ وٹس نے گورے گوتے کھڑے کی جھاگ منکھادی
 دونوں جادو حال خوبصورتی کے کاسٹے پر تکی ہوئی تھیں ایک شکل پر خباہت ایک رفتار
 وہی خوبی میرے خیال میں شاید یہ دونوں گل اندام حقیقی بہنیں تھیں۔

انقصہ میں نے کچھ اپنی سرگزشت سنا دی۔ دونوں ناز و انداز کے ساتھ انگشت ہندانچاٹوٹ
 کھڑی ہیں۔ کیا کہیں کس ناز کے سرے دونوں مجھے دیر تک گھومتی رہیں تو فرین نگاہوں میں
 کچھ حیرت و شرم نہ تھی۔ انجام کار وہ حسن کی شگفتہ کلی جس سے اسد امین دیرہ باز می کا
 موقع ملا تھا آگے بڑھی۔ اس دروازے میں اھل لٹکا دیا جس نے بڑھی نے ڈھکیل دیا اور خود مجھے
 لیے ہوئے اس دروازے میں داخل ہوئی جہاں سے آئی تھی۔ مین اشارے پر قدم لٹکھا۔ دیکھا
 کمرہ نو عروس کی طرح آراستہ ویرا ہے۔ ایک گوشے میں سے مضطرب کی مثال فداہل ہوا جو
 ان دونوں ہم تنوں میں کو کوئی ۱۹ سال کی تھی اور دوسری ۱۸ سال کے دائرے میں قدم رکھ چکی تھی
 دونوں ماہوشین دوبارہ میرا قصہ سننے کی مشاق ہوئیں۔ مین نے بھی اپنے قصے کا دفتر کھول دیا اور
 تعجب چیران میرا تذکرہ و سماعت فرمائے لیکن جب میں اپنی سرگزشت بیان کر چکا۔ وہ بھی رنج ورن
 سے مونی روٹنے لگیں۔

ہم سمجھتے ہیں بی سہیلہ جان آپ سے مباشرت کی طالب ہیں۔ اور اسی لیے آپ کی طلبی ہوئی
 ہے۔ آپ نہیں جانتے سہیلہ جان ہمارے باپ کی بی بی ہیں اس بڑھی یعنی آمنہ نے جب

دروازہ کھلنے کی صدا سنی تو مضطرب و ہراس ہو کر اسماعیلہ کے کمرے کے بجائے ہمارے کمرے میں آپ کو ڈھکیل دیا۔

اس بات سے مجھ پر حیرت چھا گئی۔ کہ میری طلبی محض اُن کے باپ کے بی بی کے اشارہ پر ہوئی ہے۔ القصد میں نے استفسار کیا۔ کیونکہ سب سے پہلے کیا اسماعیلہ جان آپ کی نادر محترمہ میں دونوں ماہوشوں کی زبان سے نکلا نہیں۔ اور ساتھ ہی ہنس کر بولی۔ اسماعیلہ کی عمر بھی تو باثباتہ بیس پچیس برس سے زیادہ نہ ہوگی۔

غرض اُن کے طرز کلام سے پایا گیا ان دہرہ جینیوں کی ماں کو انتقال کئے ہوئے مدت ہو گئی ہے۔ میں نے دونوں کو قسم دی خبردار میرا ذکر کسی سے مت کرنا۔ اور نہ میرے آنیکا راز کسی سے کھولنا۔ راز کھولی دو گی تو بہتر نہ ہوگا۔ آمنہ اور اسماعیلہ دونوں کی جان جا لگی۔ بڑی گھٹام بھلی ادا سے کھو کر بولی۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ اس سار پر پردہ پڑے اور سب کا اطمینان رکھیے آپ کی عنایت کا شکر یہ ادا کیا جاتا ہے۔ آپ کے اخلاق اور خاص محبت سے ہم قائل ہیں۔ شراب الفت کی متوالی ہو رہی ہیں۔

میں بھی اُس شوخ ذکر پر بایانہ کلام شکر شیدا ہو گیا محبت کا سودا خرید بیٹھا۔ نام پوچھا جواب ملا۔ مجھے گلنا کہتے ہیں اور چھوٹی شیریں نام سے شہو ہو۔ اور ساتھ ہی دونوں کے پدر نرگوار کے نام سے بھی آگاہی ہو گئی۔ دل تابان پاشا کا اسم گرامی سدوسا شہر کی فرستہ میں گوشزد ہو چکا تھا۔

میں نے پوچھا۔ آمنہ اور آپ سے کس قسم کی گفتگو ہوگی۔ اور کیونکر دوبارہ آپ سے مل سکیگا گلنا نے جواب دیا۔ آپ واقعہ نہیں ہیں آمنہ ہمیشہ کے لیے آج سے ہمارے ہاتھ میں آگئی۔ کیونکہ اسماعیلہ کی درپردہ کار و دلیوں سے ہم دونوں آگاہ ہو گئے ہیں۔ آمنہ ہمیشہ ہمارا حکم مانیں اور بالفرض اسماعیلہ پر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حنفیہ والا آج ہم دونوں سے ملنے آئے تھے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ خود اس بات کو پردہ میں رکھ گی۔ ابھی افتخار نہ ملے دیگی۔

خلیل۔ گلنا اور شیریں دونوں عقیل اور فرزانہ ہیں۔

لوکس۔ اور بھولی بھی ہیں۔

چوہدریں۔ بیشک۔

خلیل۔ (رجو کریں سے) کیا خوب شاید آپ کو بھی اُس باغ کی ہوا لگ گئی۔

جوہرین۔ یہاں کسے انکار ہے۔ آپ کو شفیق لوکس کی زبانی گل حال ظاہر ہو جائیگا۔

لوکس۔ دل کھینچا جاتا تھا۔ گلزار کی زلف دوتا کا سودا ہو گیا تھا جھشش کا جن سوا تھا۔

اُس دریا سے صاف گندیا پاری تھاری محبتیں چورہ مہل۔ علاوہ ازیں جوہرین کا ذکر

چھڑ گیا ہم دونوں غریب لوطن ہیں۔ ساتھ آئے ہیں۔ اور اُس سے ہم یہ راز مخفی نہیں رکھ

سکتے۔ اگر اجازت ہو تو اُس سے بھی ہمراہ لے آئیں۔ گلزار اور شیرین نے خوشی منظور کر لیا۔ دونوں نے

آمنہ سے بھی کافی انتظام کر لیا تھا۔ ان بندرہ لومین قریب قریب چھ سات دفعہ دونوں پاس

جاکے ہیں۔ ادھر چولہا اور شیرین میں مجھ کے پیٹک بڑھ گئے۔ جوہرین پر مرنے لگا۔ اور

میں گھٹا کی تیج ابرو کا گھائل تھا۔ پر یوں ہر شام ہم دونوں گلزار اور شیرین کے مکان پر گئے۔

اور کج شام کو بچھ جانیکا دھڑہا۔ سنا ہو کج کوئی زہرہ جین آئے والی ہے ہم نہیں جانتے

یہ انکی رشتہ دار ہے یا ساتھ کھیلنے والی کوئی سہیلی ہے۔ گھر فین میں اُس بہت بڑھ گیا ہے

کہ بلاروک ٹوک جب چاہے جا سکتی ہے۔ سبجے اس بات کا خوف سہایا ہوا ہو۔ کہیں ادھر

ہمارا دکھل نہ جائے مگر گلزار اور شیرین اُس سے۔ از جہان نہیں چاہتیں۔ اُن کی خواہش ہو

کوئی ایسا طریقہ نکل آئے کہ اوس کے دل میں بھی گر گدی پیدا ہو۔ یہ بھی افواہ ہو۔ وہ جین بھی

کھلی اور صورت دار ہے۔ اور ابھی تک اپنا دل اُس نے کسی کو نہیں دیا۔ کیون پر اُسے خلیل۔

خلیل۔ تو یہ کیسے۔ مگر چھڑتے آڑا سنے کے لیے نہیں ایک دھار کی ضرورت ہو۔

لوکس۔ میسے کو جو ان دوست آپ کی وقتا بھی شیرین بیانی اپنی وجاہت مباحثہ ہی

نہ تھی کہ آپ پر نظر نہ پڑتی اور دل آپ پر والہ و شیدا ہو جاتا۔ مہربان! کھولیں یہی وجہ و حیل

آدمی کی ضرورت تھی جیسے نگاہ پڑتے ہی زلیخا کا دل کل جائے آجکو دیکھ کر ہمارے دل کی کلی

آپ سے لطف محبت اُٹھ گیا۔ نیچا نیچا مگر حرداری پر مہر نیکی۔

خلیل (حیث سے) شاید اس سیری حور کا نام نہ لکھا ہے۔ یہ بھی کسی باشا کی دختر ہوگی۔

اور پھر ان نوجوان عورتوں سے ملنا جن کے باپ اعلیٰ منصب پر متنازع ہوں کیا کچھ خطرناک

ہے۔ میسے کمزور ایک اپنی جان و آبرو دونوں کو برباد کر دینا ہے۔ خدا ان گمراہوں سے بچاؤ

میں دیدہ و دانستہ اپنی جان و آبرو کو خطر سے میں ڈانٹا یہ نہیں کرتا۔

لوکس۔ جس پر یہ سبک کا ذکر کیا گیا ہے اُس کی زیادہ کیفیت ہم نہیں جانتے تاہم یہ کلمہ نفیر

رہ بھی نہیں سکتے کہ یہ حور شامل زہرہ جین خلک حسن کی چاند اپنا جواب نہیں دے سکتیں۔

جب آپکی طرصداری پر ہمارا دل پس گیا۔ تو دلیبا جب آپکے جمال کا مشاہدہ کر گئی کیونکر نہ
بے جا ہو گئی۔ آپ دلیبا کے لیے مودوں میں تو دلیبا بھی آپکے لیے مہیا ہوئے۔ دوست چہ کیے نہیں
اس تعلق کو ہاتھ سے نہ جانے دیکھئے گا۔

خلیل پر اس گفتگو کا اثر پڑا۔ کچھ دیر غور میں غلطان رہ کر جواب دیا۔ خیر۔ میں آپکا جمال
میں فرمائیے۔ کس روز اور کس شرط پر بزم حوران میں چلنا سو گیا۔

لو کس۔۔۔ بندہ خدا کی سی شہ پر اور کہاں کا روز اسی وقت تکلیف کیجئے شرط آپ اپنے دل سے ملے
کر لیں گے۔ اس کے بعد بے شمار اور شراب کی بوتلیں اٹھائی گئیں اور تینوں اعیانہ ہونٹوں کا چلنا اس
کر کے کمرے سے نکل آئے۔

باب تیسرا

تینوں جوان تنگ پیچیدہ گلیوں سے چلے۔ لو کس آگے جاتا تھا اور ہماری پشت پر
پہرہ دار سنتر لوہکا خوف تھا۔ اس لحاظ سے دیتے سیتے چلے جاتے تھے۔ کئی جگہ ہوشیاری سے
نکلنا پڑا۔ کتنے ہی پولیس افسر اور اہل غرسان با نابالے گشت لگا رہے تھے۔ ہوشیار باش
ہوشیار باش کی صدا ہمیں آ رہی تھی۔ کاشٹیل بانگ لگا رہے تھے ساتھ ہی ہونٹوں بچھ جاتے ہیں
جان کا خوف ہے۔ تینوں دوستوں پر اس وان کا ضرور اثر پڑا۔ مگر جس مقصد سے نکلے تھے اُسے
تکمیل کو پہنچانا لازمی تھا۔

آخر کاشٹیلوں کی نظروں سے چھپتے بچتے یہ تینوں جوان لب و لہجہ بونچ گئے۔ جہاں دو
جوشی ایک کشتی سے اٹھا انتظار کر رہے تھے۔ تینوں کشتی میں بٹھکر روانہ ہوئے۔

رات کی سیاہی میں ستاروں کی روشنی ہمارے ہی تھی۔ دریا کی روانی میں کی تھی۔
ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم بہ رہی تھی نصف گھنٹے میں وہ کشتی اس ٹیلے کے پاس پہنچی جس کا ذکر ابتدا میں
لو کس نے خلیل سے کیا تھا۔ تینوں جوان کشتی سے اتر کر گھاٹ کی نیچے ٹیڑھیوں پر چڑھے۔ آہستہ
کھڑی راستہ دیکھ رہی تھی۔ خلیل کو دیکھ کر کچھ جھکی۔ پوچھ لے صاحب کون ہیں۔

لو کس۔۔۔ آج ہم اپنے دست کو ہمراہ لائے ہیں۔ اوس کام کے واسطے لائے ہیں جسکے باب میں
بیشتر ذکر ہو چکا ہے۔ یہ کہہ کر لو کس نے حسب سے کچھ روپیہ نکال کر آہستہ کے ہاتھ پر رکھ دیے
جو لیں نے بھی اُسکی مٹھی گرم کی۔ ان دونوں نے دیکھ کر خلیل کو بھی اُنکی پیروی کرنا پڑی۔

خلیل نے دونوں یونانیوں سے زیادہ انعام دیا۔ شاید اس خیال سے میں نیا آدمی ہوں۔
 اول اول سب کو رخصتا مندر لے لینا چاہیے۔ بڑھی منہ نے خلیل کی جانب دزویدہ نظر سے رکھو سا
 ساتھ ہی زبان سے کھلا ماسا ارا اندہ کیسا کھیلنا طر حد ار جوان ہے۔
 ۲ منہ محل کی طرف بڑھی۔ اور تینوں جوان بھی پشت پر ہو لیے۔ آ منہ کھی سے دروازہ کھول کر
 تینوں جوانوں کو اندر لے گئی۔ قفل لگا دیا۔ اُس زینے پر پہنچی جس پر خلیل قالین کا فرش لگا ہوا تھا
 آ منہ نے تھیلہ کے کمرے پر دور سے نگاہ ڈالی۔ بولی آج کسی کی جوتی نہیں ہے۔ خلیل سے اسی
 ضبط نہو سکی۔ قوتہ لگا ہی دیا۔ آ منہ نے ہاسا تی تمام کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ اور اندر داخل
 ہونے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں اندر سے دروازے کے پٹ کھل گئے اور دو خوبصورت کینزین
 استقبال کے لیے آگے بڑھیں لیکن خلیل پر نظر پڑے ہی کچھ جھجکین۔ مگر گلنار اور شیریں اس سے
 شخص کے آنے کا مطلب سمجھ گئیں۔

خلیل کی طر صراری اور بائیں نے ان دونوں گلفاموں پر اثر ڈال ہی دیا چونکہ لوکس اور
 جوہرین کی ولادہ تھیں اس لیے اس بیلے جوان سے گفتگو کرنا حیا داری کے خلاف سمجھا
 لوکس گلنار کی نقل میں جا بیٹھا اور جوہرین تیرین کے پہلو میں۔ حالانکہ ابھی گفتگو کا سلسلہ شروع
 نہیں ہوا تھا تاہم بے شرمی اور ہجائی کے برتاؤ باہم ہونے لگے خلیل آج ایک نیا شخص تھا
 اس لیے زیادہ بے شرمی اور خلاف تہذیب فعل انسانیت کے خلاف سمجھے گئے۔

گلنار۔ (درواد سے) کی جانب نگاہ ڈال کر (مشاورہ تھا) ہماری بہن زلیخا بھی ہوتی موجود
 ہیں۔ میان خلیل سے انھیں از حد دلچسپی ہوگی۔ (خلیل سے) کیا آپ س کمرے میں جہان زلیخا
 بیٹھی ہوئی ہیں جانا چاہتے ہیں۔

خلیل۔ (کچھ غوطے میں جا کر) ہاں کوئی ہرج نہیں ہے۔ یہ کہہ خلیل اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ
 اُس کمرے میں جا گیا۔ زلیخا نے آج کمال سا گلیا کر دو لکھا تھا۔ چونکہ شناسا نہ تھا اجنبی
 تھا اس لیے وہ چیخ اٹھی۔ گلنار اور شیریں گھبر گئیں۔ آ منہ لوکس جوہرین اور خلیل کو پہنچا کر
 کھسک گئی تھی۔ گلنار نے اندر سے قفل لگا رکھا تھا بے محل چیخ اٹھنے سے لوکس۔ جوہرین بھی
 بدحواس ہو گئے تھے۔ ہم اُس کمرے میں قدم رکھنے کی جرأت نہ پڑی۔ وہ سمجھتے تھے ایسا
 منوہا ہے جانے سے دلچا اور گھبر جائے کیونکہ ہم سے بھی شناسائی نہیں۔ اجنبی ہیں۔
 ابھی تک گلنار اور شیریں نے زلیخا سے اپنا سا زمین کہا تھا۔ یہ بھی ہوئی بات تھی کہ

زلیخا خلیل کی زیبا سوت پر سفر لٹو جو جاگی اور خلیل ہی اس طرح راز زمین کا جمال دیکھ کر کیے
میں ہر سکتا ہے۔

کچھ دیر تک آہستہ آہستہ بہن پھر گلزار شیریں کو کس اور جو لین کے ہمراہ خرامان خرامان
اس کمرے میں آئیں۔ اور دیکھتے ہی ناؤ گئیں میان خلیل نے زلیخا کا خوف اور ہچک چٹا دی
ہے۔ اس وقت زلیخا کے پھول سے جس کے بہ شادمانی کی شہم نکلا ہی تھی۔ زلیخا پلنگ پر
ہوا نہ تھی اور میان خلیل کا لین بیٹھ بیٹھ اس کے گلانی خالص پر ہاتھ پھر رہے تھے۔ زلیخا
نے دونوں یونانوں کو دیکھ کر شرم سے آنکھیں بند کر لیں۔ گلزار نے کو کس اور جو لین کا نظر دوڑا
کر لیا۔ زلیخا نے آنکھ کھولی دونوں جوانوں کی طرف نظر ڈال کر زنجیر سخن کھڑی تھی۔

پیارے بیٹو! اس طرح دھوکا دے کر کسی جہی سے سنا کر ادینا اچھا نہیں۔ یہ دوسری

بات ہے۔

گلزار۔ (قطع کلام کر کے) دوسری بات کہیں۔ تم تو برس برس خلیل کو بہت کچھ کہہ گئیں۔
کچھ دیر تک ہی طرح کی چل رہی تھی۔ ہنسی مذاق سے ٹپکٹون کا فوارہ چھوٹا رہا۔ آخر تک
جبر گیا۔ عشق و محبت کی گفتگو پھر گئی۔ کوک جوتہ کب ہونے لگی۔ یہ کمرہ خوب آرتہ دیر رہتا تھا۔ ترکی
میان لینوں کا فرش چھابو تھا ایک گوشہ میں فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ عطر کی خوشبو کی تھک کر سے
میں بھلی ہوئی تھی کھلے بہار دے رہے تھے۔

گلزار دل تابان پاشا کی گلخانہ خستہ تھی اور شیریں خورد۔ گلزار کے گیسو سیاہ کمر تک اور سے
ہوے جسے خوبصورت چہرہ پر ملاحت قد کسی قدر دراز تھا بخلاف اس کے شیریں کے۔ بال بھورے
ریشم کی طرح چمکتے ہوئے تھے۔ چہرہ زردی مالک اور کسی قدر سپت قامت تھی۔ مگر دونوں کی چشم فلماز
اسے شباب کی خماری نکلا رہی تھی رنج دہرہ سے گھر آبدار کی طرح دانوں کی لڑائی چمکتا ہی
تھیں۔ دونوں خلیں دونوں طرحدار تلک حسن کی بدر کمال تھیں۔ ان دونوں پر سجاوٹوں میں
زلیخا کے حسن کو فوقیت تھی۔ اس کے شاہو گیسوؤں کی بہا ہی اور تھی وہ اس قدر لمبے تھے کہ زلیخا
کی نازک کمر کو اوٹ کر سونج سے نکلتا محال تھا۔ ٹری اور ریشمی آنکھوں سے خلاص ہوتا تھا قدر سے
اگل ٹرس کے ساغر میں شترخ شراب بھر رکھی ہے۔ اس کا گدرا یا جسم بولے طور پر شاہی لطف کھارہا
تھا۔ پلکوں سے معلوم ہوتا تھا خدا نے آنکھوں کے لیے پردہ بنائے ہیں مگر نہ لبو اسے قارتی
بہم عیان تھا۔ جنہوں کی سرخی جھلکتی ہی تھی۔

گلنارا اور شیرین نے لوکس اور حرمین کے ساتھ نکل چڑھنا لینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ادھر
زلچکا کے طرح بیٹے میں میان خلیل کی عکسی تصویر اتر سی ہوئی تھی۔ ان زہرہ جینیوں کو یہ خیال تھا
کہ ہم کن جینیوں سے ربط ضبط پڑھا رہے ہیں۔ اسی طرح ان تینوں جوانوں کے ذہن میں یہ بات
آتی تھی کہ یہ شخص طرار حسین بلایے بے درمان ہیں ان سے محبت کرنا اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا
اس جگہ کچھ ذکر دل تابان پاشا کا بھی کر دینا چاہیے۔ دل تابان بادشاہ کی عمر وہ سال سے
کچھ تجاوز کر گئی تھی۔ وہ ایک نڈر مضبوط سلطانی فوج کا تجربہ کار جرنیل تھے مگر اس میں ایک عیب تھا
وہ قسح نوش شراب رغوانی کا بہت شائق تھا۔

یہ محل اور باغ جہان گلنارا شیرین اور سہیلہ کی پودو باش تھی اسی جنرل کی ملکیت میں تھا۔
ایام گرامین دل تابان بادشاہ کی دربارہ تر سکونت اسی قصر میں رہا کرتی تھی۔ گو خاص موروثی ملک
قسططنینہ میں تھا۔ وہاں اس جنرل کے توابعین ملازم اور رشتہ دار رہا کرتے تھے دولت کی کجی کمی
نہ تھی۔ اندہ کا دیاسب کچھ موجود تھا۔

اب ہم نفس مطلب پرآتے ہیں۔ ان تینوں جوانوں کی عشق و محبت کی باتیں کرتے ہوئے سرے
میں چھوڑ آئیے ہیں۔ خلیل کی رفتار و گفتار اور ان کی ادائیں دل میں کھبی جانی تھیں۔ زلیخا کا
سینہ تیر نظر کا سہل تھا۔ خلیل کی صورت زلیخا اس کے دل میں اترتی ہوئی تھی وہ کبھی تھی کہ خلیل کی
اعلیٰ خاندان کا چشم چراغ ہے۔

باتیں کہتے کہتے ایک گھنٹہ منقضی ہو گیا۔ چیلین ہو رہی تھیں۔ نہا تیر جہان سے رانت نکلے
پڑتے تھے دفعہ در وادہ کی کھٹک سالی دی۔ گلنارا اور شیرین کا چہرہ اتر گیا۔ خوف اور گھبراہٹ
سے روشن چین پر پسینہ نکل آیا۔ منہ سے نکلا۔ لوا با جان آگئے۔ غضب ہو گیا۔

سہی ہوئی زلیخا خلیل کے پہلو سے اٹھ کر دور کھڑی ہو رہی اور زرتازہ آواز سے بولی جیر
امون جان۔ اس نے دیکھا اس وقت خلیل مجھے کس طرح دیکھ رہا ہے۔ وہ خوف کھا کر خلیل کے سینہ
سے چپٹ گئی۔ ابھی تک دروازہ زور زور سے بھڑ بھڑایا جا رہا تھا۔ اتنے میں یہ پر ہوا آواز
آئی۔ دروازہ نہ کھول دیا جا سکا تو اچھا نہوگا۔ ہٹکت کر کہ اندر گھس آئیں گے۔ او یہ کیسا
نازک وقت تھا اتنا موقع نہ تھا کہ ایک منبرے کی نشی کر سکے۔ یا صلح مشورہ کر کے کوئی سبیل نکال لے
سب ایک ایک کا منہ تک رہے تھے۔ لوکس بولا۔ اب اطمینان رکھیں میں پاشا کو جواب دے
لوں گا۔

اتنے میں بچہ آواز آئی : دوادہ توڑنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لوگس پھرتی سے دوسرے کمرے میں گھس گیا۔ قفل لگا ہوا تھا۔ کھول دیا گیا۔ زلیخا خلیل کی پشت پر ہورہی۔

باب چوتھا

پٹا کھلتے ہی لوگس نے دیکھا چھ جشی غلام مسلح دل تابان پاشا کے ہمراہ گھس آئے۔ نفی لیب روشن تھا۔ اس روشنی میں لوگس نے دو جشیوں کو پہچان لیا۔ کینہہ دونوں وہی جشی جو اس رو دشتی پر بیٹھے لوگس درجولین کے ساتھ بیٹھے تھے۔ لوگس اس خیال سے کمرے کے گوشہ میں دھک ہا سنبھاوا پاشا کی تیر نظر پڑ جائے اور دھریا جاؤں۔

پاشا کا چہرہ فرط غیظ سے سرخ ہو رہا تھا۔ لال لال دیدے حدقہ چشم سے نکلے پڑتے تھے۔ پاشا سیدھا اندر چلا۔ لوگس نے موقع دیکھ کر تناسا جشیوں سے کچھ اشارہ کیا۔ اُسے معلوم ہو گیا ان جشیوں نے ہلوگوں کی آمد وقت کا حال پاشا سے نہیں کہا۔ پاشا برہنہ منتشر ہاتھ مین لیے تھا۔ لوگس سرخم کے خاتوش دست بستہ کھڑا رہا۔ پاشا نے زبان کو حرکت دی بے ادب۔ گستاخ۔ کینہہ۔ بتاؤ کون ہے اور کیوں بے عیا ہا ہائے زنا نفا نہیں گھس آیا۔

لوگس نے گواگرا کر جواب دیا۔ حضور آقا زین۔ اگر جان لیا چاہتے ہیں تو شوق سے سر قلم کر لیجئے۔ مین تیار ہوں۔ مگر بغیر تفتیش حالات کسی بیگینہ کا خون کر ڈالنا خدا بین ازل ہے۔ بجز پشمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ اور حضور ملاحظہ کرتے ہونگے۔ میری کمر میں بھی توان ہو۔

پاشا لوگس کا آخری جملہ سن کر آگ ہو گیا۔ دیر تک بغیر چہرہ دیکھتا رہا جشی غلاموں کو حکم دیا اس مردود کو گرفتار کر لو۔ حکم کی دیر تھی جشیوں نے لوگس کو جہت مین لیلیا۔ لوگس نے بھی ہاتھ پاؤں مین ہلائے اپنے مین جشیوں کے حلقے مین دیدیا۔

پاشا کے حکم نشانی سے لوگس کی نوار بھی چھین لی گئی۔ اور سب کے سب اس کمرے مین آئے جہاں تین عورتیں گھڑی خوف سے کانپ رہی تھیں۔ پاشا عشر برہنہ سب کی پشت پر تھا۔

پاشا کے آتے ہی ناز کا اندام گلزار۔ اور گل پیر مین خیرین کے بدن پر لرزہ آ گیا۔ کچھ چارہ نہ دیکھ کر باپ کے قدموں پر گر پڑیں۔ ابھی تک زلیخا اپنے دلدار خلیل کی پشت سے چپکی ہوئی گھڑی تھی۔ پاشا کو دیکھتے ہی وہ بھی اپنی ہنوں مین مل گئی۔ آواز منہ سے نہیں نکلتی تھی۔ ڈوبائی

ہوئی آنکھیں اس کی بچپار کی کاپتہ سے ہی تھیں۔
 پاشا نے جولین اور خلیل کو پر غضب نگاہ سے دیکھا۔ جشیون سے اشارہ کیا کہ ان بانجھا
 کی بھی تلوار لیلو۔ خلیل نے دل مضبوط کر کے جواب دیا۔
 جنانہالی۔ جب تک اس جسم میں جان ہے۔ ممکن نہیں کوئی سیری تلوار پر ہاتھ ڈال سکے۔
 اگر مان ادب مانع ہو ایک جلیل القدر فرسے گستاخی کر بیٹھنا خلاف تہذیب ہو۔ اس لیے
 تلوار دینے میں۔ مجھے کوئی غنا نہیں۔

جولین۔ پیر مرشد! ضرور خطا وارہین۔ سر تسلیم خم ہے۔ جو چاہے سزا دیجیے۔
 الغرض خلیل اور جولین بھی اپنی تلواریں جشیون کے حوالہ کر دیں۔ جب گنارا اور
 شیرین نے اپنے اپنے آن کی زبان سے سنا اور دیکھا کہ بسبب جان سیتے کو تیار ہیں۔ تو
 یکدم پیچ آنکھیں نہیں نہیں جان دیدینا کیا۔؟
 اپنے پر بزرگوار کے قدموں سے سرائخا کر کھڑی ہو گئیں۔ اور گہرائی ہوئی نظر سے گنارا
 نے کوس کو اور شیرین نے جولین کو دیکھا۔ پھر اپنے باپ کے پرشکن چہرے سے نظر پھیر کر
 خاموش کھڑی ہو رہیں۔ نہ لہجہ بھی آہستہ سے اٹھی۔ حالانکہ اس کے منہ سے آواز نہیں نکلتی
 تھی مگر بار بار اپنے آشنا خلیل کا منہ دیکھ لیتی تھی۔
 خلیل۔ خداوند! کیا اتنی دولت عطا ہو سکتی ہے کہ کمترین ایک بھی صاحبزادہ بن اور بھانجی کو
 بے خطا ثابت کرے حضور پر روشن ہو جائے گا۔ قصود وار کون ہے اور کس شخص سے قصاص
 لینے کی ضرورت ہے۔

پاشا نے بھی اس خیال سے کہ بافضل کیفیت دریافت ہو سے کسی کو مستوجب سزا
 قرار دینا بوجہ از انصاف ہے فرمایا۔
 خیمہ۔ صاحب! کیسے کیا مولد ہے۔
 کوس بول اٹھا۔

وہ دلی نعمت! امین اور میرے دوست! رئیس زادے ہیں میری جہت سے قسطنطنیہ آنا
 ہوا۔ قریب قریب پندرہ یوم سے اس شہر میں نیم بن آن شام کو ماحصل یا سفوس کی۔ کہ یہ ہے
 تجھے چل قدمی کرتے کرتے ادھر کل آنے۔ باغیچہ کو جھکک بلبلین۔ لہ! اٹھنی
 دیکھکر

باشا - کون دروازہ ؟
لوکس - وہ جو اسی میلان کے صفت میں ہے۔

باشا - خیر۔ پھر۔
لوکس - ہمارے ذہن میں گذر اکوئی روک کر کے والا نہیں ہے۔ چلو اندر کی سیر کر لیں
چنانچہ ہم بیٹوں احباب باغیچے کے چمنوں کی ہوا کھاتے ہوئے بارہ درجی کے پاس پہنچے دیکھا
دروازہ کھلا ہوا ہے۔

باشا - کون دروازہ ؟
لوکس - یہ کرا۔ وہ جو اس محل کی پشت پر ہے۔

باشا - پھر۔
لوکس - (خلیل کی جانب اشارہ کر کے) میرے مسلمان دوست خلیل نے بغیر اطلاع دیے اندر
جانے سے منع کیا۔ اور شفیق جو میں نے بھی میرے کام کی تائید کی۔ حضرت سلامت ! جس نے زیادہ
اس سائلہ میں زور دیا ہے وہ بن ہوں۔ میرا خیال تھا۔ اندر جا کر بہتے کا کسل مٹانے اور باقی طلب
کر لینے میں کوئی ہرج نہیں ہو۔ میں آگے بڑھا سیسے دوست بھی مجھ جیسی میرے ساتھ ہوئے
زیادہ تر اس خیال سے کہ بہت برا شوب ہے روزانہ دیر در خون ہوئے ہیں۔ ہوشیار خبروں سے
شہر بھر میں تھلکے بجا ہوا ہے۔ کوئی نخل لیا نہیں جیسی زبان پران خوبی وارد آؤں گا ذکر نہ ہو بلکہ
نے بھی خلف افغان سے تھے کسی وقت اہر کسی جگہ تہانہ جائیں گے۔

رخونی دارد آؤں کا نام سنتے ہی گنار۔ شیرین اور زلیخا تیسوں عورتوں کے منہ پر ہوا بیان
آؤں نے لکین۔ خاص کر زلیخا کا چہرہ حق ہو گیا۔ اور سی گھبراہٹ کی جھپٹک خلیل کی چھانی سے چھٹی گئی
مگر باشا کے خشونت آمیز چہرہ رون نے زلیخا کو خلیل کے سینے سے جدا کر دیا۔

باشا - (لوکس سے) اچھا۔ پھر کیا ہوا ؟

لوکس - ہم تینوں شخص اس محل میں داخل ہوئے۔ زینے پر بڑھ کر جو دروازہ ملا کٹھی کھڑکی
کچھ جواب نہ ملنے پر ہمت کر کے۔ نہیں پڑیں۔ ہو ہو گیا۔ میں نے زور سے دھکا دیا۔ پلٹ بھڑے
ہوئے تھے دروازہ کھل گیا۔ میں اندر گھس گیا یہ دوست بھی میرے بعد آئے۔ جب اس کے
میں پہنچے۔ دیکھنا کیا ہون تین خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں ہماری صورتیں دیکھ کر
یہ بیچاریاں چیخ اٹھیں۔ او پھر منہ بھلی کر طیش آلود زبان سے بولیں۔

مکمل سکین۔ لیکن میسر آتا! ہم لوگ انکا جمال جہاں کرادیتھیں من کچھ ایسے محو ہو گئے کہ پہلو اپنی جہنمیں رہی۔ ادھر انھوں نے دیکھا جھڑکی نیسے اور دھکار نے کانرہنیں ہوتا تو نرمی اور ملائمت سے سمجھانے لگیں۔ فرماتی تھیں۔ یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں جو کہ ہم اس کی دل پہنی صورت پر منتقل ہو چکے تھے۔ ہلوگوں نے قسم کھائی کہ تمہارے ساتھ عقد کر کے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔ یہ باتیں دوسری تھیں کہ دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی اور پھر جو کچھ پیش آیا حضور واقع ہی ہن۔ پاشا کے تیوں پر بل پڑے ہوئے تھے۔ چہرہ متھایا ہوا تھا۔ پتہ دیتے کسی گلہن دوبارہ۔ اُسکے خبرے سے ترشح ہوتا تھا کہ لوگس کی باتوں پر اس کا تھیں نہیں جنت جولین اور خلیل لوگس کی اس مہیا کی کی دل میں تعریف کر رہے تھے گلہن راو شیرین اور زلیخا کے لبوں پر ہر خوشی ثبت تھی چہرہ پر ہنس رہی تھی۔ مگر زلیخا کے چہرے پر نمل نہ تھا سب سمجھتے تھے لوگس نے کل قصور اپنے ذمہ لیلیا ہے۔ اور خلیل اور جولین کو پاشا کے قدر و نصب سے بچانا چاہا ہے۔

پاشا۔ (دوسرے بعد لوگس سے) خیر۔ آپ ہن کون؟
لوگس۔ مجھے لوگس بولتے ہن۔ سلطان کی رعایا کا کم ظرف نہ ہوں۔ میرے پردہ زنگار
البانہ کے جاگیردارین۔
پاشا۔ (جولین سے) آپ کون ہیں۔
جولین۔ میرا نام جولین ہے۔ میسر آتا لیکس میں تجارت کرتے ہیں میں بھی ہم سلطان
سلیم کی رعیت ہوں۔

پاشا۔ (خلیل سے) او۔ آپ۔
خلیل۔ میں خلیس عثمان کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں میرا باپ کرمانیہ کا رئیس اور جاگیردار
تھا۔ اُسے اتھال کیے ہوئے چند روز ہوئے ہیں۔ میں تمام دولت اور جائداد کا مالک
سمجھا جاتا ہوں۔ میں بھی سلطان سلیم کی عایا کا کترینہ بندہ ہوں۔ میرا بیان خواہ سوال
دیگر جواب دیگر کے پسہ میں سمجھ لیا جائے مگر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ میں نے اپنی
حیثیت کا اندازہ کر کے تنہیہ کر لیا تھا کہ زلیخا سے عقد پڑھا لینے کی تحریک کروں گا خواہ
منظور ہو یا نہ ہو۔

خلیل نے جس طریق پر یہ جملے بیان کیے اُس سے پتہ چکا تھا کہ وہ بات کا دھنی ہے۔

خوبصورت زلیخا مات بات پراس کے چہرے کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ دل میں محبت کا پودا جڑ کر رہا جاتا تھا۔ گلزار کو بھی فکر لاحق تھی۔ ساتنے میں پائسل نے غلاموں کی جانب دیکھ کر گلزار کی طرف اشارہ کیا۔ اور انھوں نے حکم پاتے ہی اسے گرفتار کر لیا دلپذیر رست والی گلزار اپنی زینیت سے ناپید ہو گئی۔ اس کی بڑی بڑی کٹائی آنکھوں سے سرشک غم کے طارے بہنے لگے۔ نازک پلایا چھلے اور قلب دھڑکنے لگا۔ ایسی حالت میں آسنے پر جو اس ہو کر گیا۔

سکر پیاسے آبا امیر کیا حال ہوا۔ ۹ اور لوکس کی طرف دیکھ کر زبان بند کر لی۔
لوکس۔ (بے چین ہو کر) خداوند امیر مرشد! آقا کے نعمت! آبا! مجھ قصور وار کا حق بیاری گلزار سے کیوں لیا جاتا ہے۔

خسرو۔ (دخخ لگا کر) آبا۔ آبا! میسے پیاسے آبا! امیری بہن کو معاف کر دو۔ خدا کے واسطے معاف کر دو۔

زلیخا۔ (نرم اور پیاری آواز میں) مامون جان! اگر ہر وقت غبطہ و صند کے عالم میں حضور نے اس بے وقور گلزار سے عوض لیا تو یقیناً آپ کی جان کو بھی خطرہ ہے۔ سنا تھی جو لوگوں نے بھی گڑگڑا کر کچھ کہا۔ خلیل بھی کچھ کہنے کو تھا۔ کہ دل تابان پاشا نے اشاکے سے روٹن یاد اور سخت آواز سے کہا خاموش خبردار اب کوئی لفظ زبان سے نہ نکلے۔

پاشا۔ (غصے سے) میں نے کل باتیں بغور سن لی ہیں۔ تم لوگوں نے دوسرے کے محل میں گھس کر ہر نشیمن و تکیوں کی عزت خراب کر دی یہ ممکن نہیں کہ ایسے جرم کی نرا نہ دجی اے۔ تم خود اپنے بیان سے مجرم قرار پاتے ہو۔ تمہیں نے اپنے دوستوں کو بھی ترغیب دی۔ لہذا تم ہی جوابدہ گردانے گئے۔ تمہاری گفتگو سے ترس ہے کہ تم نے سب کے بالیوٹ اپنی جان دینے کا ارادہ بھی کر لیا ہے۔

لوکس۔ قبلہ عالم! بیشک۔ بندہ بخوشی جان دینے پر آمادہ ہے مگر سفر طری ہے دوسروں کی جان کو کو زندہ نہ ہو چکے۔ اس کلمہ سے گلزار کا دل بھرا یا۔ حالانکہ آنکھوں میں خون کی سرخی نہ تھی تاہم بوقدرات اشک اس کے گل رخساروں کا بوسہ لیتے ہوئے ٹپکتے تھے۔ یہ علوم سننا نہ ہو بلکہ بچوں سے گالوں پر جو کچھ سرخی ہے وہ خون نیکر یہی ہے تاہم۔ اسوس ادل تابان کے دل پر کچھ بھی اثر نہیں۔ دل تابان پاشا کے لب سے کچھ نکلا چاہتا تھا کہ شباب کی آنکھوں میں ہرگز نہ چھلے۔

پاشا۔ (غصے سے تھرا کر) کیا تیری خواہش تیری عزت زمین بلہ نہ لگے۔ کچھ نہیں کچھ نہیں اپنا بچا

گناہ اور ظلم پر رعایت ہو سکتی ہے مگر تجھ قطامہ پر ذرا بھی در رعایت نہیں ہو سکتی۔ تو نے مجھ خلیل اقدار کے خاندان میں داغ لگایا۔ تیرے طوے کے دیکھ کر چھوٹی بہن بھی برا دہی ہو گئی۔ ان آوارہ گرد بدکاروں سے عوض تو اسی وقت لے سکتی تھی تجھے تو اپنی جوانی کا جوش نکالنا تھا۔ جیسا بے غیت۔ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر بھاری۔ تیری آنکھوں کا پانی مر گیا۔ غیرت دھو بھالی رکھ کر تو فدا کر کے نہیں لو کس کی طرح تو بھی گنہگار ہے۔ جس طرح لو کس اپنے دوستوں کی

خفا طحان دینے پر آمادہ ہے۔ تو بھی آمادہ ہو جا۔

لو کس۔ کیا حضور اس شرط کو فراموش نہ کر گئے۔ کہ خبر میرے بار کوئی شخص سزا کا مستحق نہیں ہے۔ پاشا۔ خیر۔ تجھے بھانسی دی جائیگی تاکہ اس کی جان کو بھی کچھ گزند نہ پہنچے۔ یہ سنتے ہی گلزارِ حُجّج اٹھی۔ شیریں اپنی پیاری بہن کی بدحواسی دیکھ کر شوخیوں کرنے لگی۔ زلیخانے یاس و حسرت کے ساتھ خلیل پر نگاہ ڈالی۔

خلیل۔ قبلہ کیا آپ اپنا قصد ملتوی نہیں کر سکتے۔

پاشا۔ نہیں۔

خلیل۔ خیر اتنی اجازت مل جاتی کہ میں اپنے شفیق لو کس کے گلے مل لوں۔ اور کسین خنفس سلیم کے اس کی دلجوئی کر دوں۔

پاشا۔ اجازت ہے۔ جاؤ گلے مل لو۔

یہ لیکے پاشا نے حبشی غلاموں سے اشارہ کیا۔ وہ لو کس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے خلیل آگے بڑھا۔ لو کس کے سینے سے حبشہ گیا اور پاشا کی آنکھ بھا کر اپنی انگشتی اس کی انگلی میں ڈالی اور آہستہ سے کہا۔ غالباً پاشا تمھیں معاف کر دیگا۔ اور اگر خدا نخواستہ بھانسی کا حکم دے تو یہ انگشتی پاشا کو دکھا دینا۔ شاید پوچھ بیٹھے یہ انگشتی کہاں پائی تو کہہ دینا خلیل میان نے دی ہے۔

حاضرین دیکھ رہے تھے کہ خلیل لو کس کی دلجوئی کر رہا ہے مگر زلیخانے انگشتی دیتے دیکھ لیا تھا۔

جب خلیل لو کس سے علیحدہ ہوا تو جولین نے اپنے دوست سے ملنے کی اجازت چاہی اسے بھی اجازت مل گئی۔ لو کس نے بگیتے ملنے وقت اس سے کہا۔ ہدم و عکس۔ مایوس مت ہو اشارہ خدا معافی مل جائیگی۔

باشا۔ (غلاموں سے) ان مجرموں کو لے جاؤ یہاں یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ جبیل تابان پاشا گنار اور شیرین کے کمرے میں آیا آئینہ بھی لوگوں کی نظروں سے بچنی آگئی تھی۔ وہ ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی اسے یقین تھا کہ اذافشا ہو جانے سے اپنی بھی خیریت نہیں ہے جب اس نے لوکس کی بناوٹی گفتگو سماعت کی تو اسے اپنی جان بچنے کا بھروسہ ہوا اور ہر پاشا حکم کے کمرے سے نکلا۔ منہ بیکم سماعیلہ کے کمرے میں آئی۔ لوکس اور گنار بھی حبشیوں کی زیر حراست نکل آئے۔ صفت شیرین اور زلیخا کمرے میں اقامت پذیر رہیں۔ خلیل نے چلتے وقت زلیخا کے کان کچھ کہہ دیا تھا۔ جب کمرہ خالی رہ گیا اور دونوں ہنسن تہنار ہنسن چمٹ چمٹ کر خوب روئیں زلیخا نے کہا۔ شیرین بہن! گھبراؤ نہیں۔ گنار پر آفت نہیں آسکتی۔ بالکل نجات جا لگی۔

شیرین۔ بہن۔ کیسے بچ سکتے ہیں۔ کچھ بتاؤ تو۔
زلیخا۔ بہن۔ گنار کو وہ وقت دیکھنا نہ پڑے گا کہ اس کے دلیر خلیل کی جان کو کوئی گزند پہنچ سکے اور جب خلیل آفت سے بچ گیا تو تمھاری بھی خیریت ہو اس کے علاوہ لوکس کو بھی جان کا خطرہ نہیں وہ بھی صاف نکل آئے گا۔
شیرین۔ (آسمان پر نظر ڈال کر) باری تعالیٰ ایسا ہی کرے لیکن کس طرح۔ کچھ بتاؤ تو۔
زلیخا۔ میں نے اپنی انگریزی لوکس کی ہاتھ دین ڈال دی ہے۔ یہی انگریزی اس کی جان بچا لگی اور معاذ صاف ہو جائیگا۔

باب پانچواں

لوکس اور گنار زینے سے اترے۔ دل تابان ساتھ تھا خلیل جولین سے بولا۔ میرے پیٹے پیٹے چلے آؤ۔ یہ کہہ کر وہ ایک کمرے میں داخل ہوا۔
باشا۔ (خلیل اور گنار سے) یہاں قیام کرو۔ میں آتا ہوں پیٹ کر تم سے لوکس کی کیفیت پتا کرؤنگا خبردار میری عدم موجودگی میں بھاگنے کا ارادہ نہ کرنا۔ مسلح حبشی باہر پہرہ دے رہی ہیں۔ یہ کہہ کر باشا نے کمرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور خود چلتا ہوا یہاں جولین نے خلیل سے ہفتار کیا۔ بیوں حضرت باشا یہاں سے ساتھ لوکس کی طرح سلوک تو نہ کریگا۔
خلیل۔ کیا بتاؤں۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔
چوہدرہ۔ کیا آپ کو لوکس کے بچنے کی کچھ امید ہے۔ کیا لوکس نے کچھ کہا تھا۔

خلیل۔ کچھ بھی نہیں کہا۔ البتہ گوشت گزار کر دیا تھا۔ دوست گھبراؤ نہیں، فضل خدا شامل حال ہو تو تمہاری جان کو گزند نہیں پہونچ سکتا۔

جوہرین۔ آپ کس طرح یہ بات کہہ سکے۔

خلیل۔ ایک انجمن تھی جو اس کو تمام زحماتوں سے نجات دلا دی گی جو لین حیات میں آگیا۔ اور ہر

پاشائی یوں نے کمرے میں آیا۔ غلام پہرہ دے لے رہے تھے۔ پاشا کے حکم سے گلنار اور کوس کی شکایت

کرنی لگی۔ دو جہتی اچھو لیکر آگے بڑھے۔ اور باقی چار غلام جوہرین اور خلیل کے کمرے پر تعینات

کر دیے گئے۔ کوس کا بازو ایک جہتی کے ہاتھ میں اور گلنار کی سادھوین دوسرا اٹھائے ہوئے تھا گلنار

کوس کی طرف سے ناسید ہو چکی تھی کوس کو گلنار سے اشارہ کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا تھا کیونکہ

دل تابان اُن کے درمیان ساتھ ساتھ چل رہا تھا چلتے چلتے اُس باغ کے کنارے پہونچے جہاں

زمین سے اُنکر کشتی پر سوار ہونا تھا۔ گلنار کی چلنے سے ٹھکراوٹ سے ہاتھ باؤن جواب دے

رہے تھے۔ وہ تکلیف سے ہوش ہو جاتی تھی۔ اگر غلام اُسے سنہال نہ لیتا تو زمین پر گر پڑتی جا نہ دنی

جھٹکی ہوئی تھی باسفورس کی موجوں میں مارتاب کا ٹکس عجیب کیفیت دکھا رہا تھا۔ مگر سین خدار

گلنار کی آنکھوں میں اندھیری چھائی ہوئی تھی۔ کچھ دیر اُس نے اپنے تئیں کشتی پر سوار پایا۔ اُس کے

متصل کوس بھی نہ اونٹوں سے بیٹھا تھا شمشیر برہنہ پاشا اُنکے درمیان ایسا دہ تھا۔

گلنار دیکھ رہی تھی کہ کشتی پر سوار ہوں اور کشتی اُس پانی پر جا رہی ہے جو سیکر دلسر کی

لاش کو کچھ دیر بعد اپنی آغوش میں لے لیگی۔ اُس نے کوس کی یا اس آمیز نظر سے دیکھا تھر تھرائی

ہوئی آواز میں کہا۔ والد ماجد البتہ اس کی جان بخشو۔ واجبہ حرم ہے۔ ترس کھاؤ۔ مجھے اس کی جانگنی

کا نظارہ نہ دیکھنا پڑے۔

پاشا۔ خاموش! بدکار خاموش۔

کوس۔ میرے آقا۔ غلام کو اپنی جان کی پروا نہیں۔ محض بی بی گلنار کا خیال ہے۔ حضور مجھ

خامی پر رحم فرمائیں۔ برائے خدا مجھے زحماتوں سے نجات دیجئے۔ خداوند! عفو بڑی چیز ہے آپ کی

رحمت کی مثال قائم ہو جاو گی۔ جو خود اپنے جرم کا مقرر ہے۔ اس کو بخش دینا کتنی بڑی نعمت کی بات ہے۔

پاشا۔ ایسے موقع پر دم کرنا گناہ عظیم ہے۔ اتنی دولت تجھے دیجاتی

ہم صدمہ میں

دعا کر خدا تیرے گناہوں کو عفو کے دریا میں بہا دے۔

لو کہ کس۔ بارگاہ صمدیت میں الحاح زاری کر رہا تھا کہ اتنے میں پاشا کے اشارے سے ایک

حبشی نے تھیلا نکالا۔ گلزار تھیلا دیکھتے ہی چیخ اٹھی مگر لوگس آہستہ سے یہ نکل دیتا۔ ابھی امید ہے کہ
تو کمن تھا یہوش ہو کر فرشتہ میں ہو جاتی۔ اس جملہ سے گلزار کا چہرہ بننا شروع ہو گیا۔
لوگس۔ (پاشا سے) میں جتنی بچہ گزاریں کرتا ہوں خدا مجھے چھوڑ دیکھے۔ عہد کرتا ہوں اب
مستططیر میں قدم نہیں رکھوں گا۔

پاشا۔ میں اپنا اسادہ بدل نہیں سکتا۔
لوگس۔ نہیں پیر مرشد اکبرؒ میندار مسلمان کے لیے رحم کرنا باعث نیکنامی ہے۔
پاشا۔ سن موش۔ اب کوئی لفظ زبان نہ بکھلے۔

لوگس۔ جتنور اس کے ہاتھ میں لگوٹھی ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔
پاشا۔ اجل سر پہٹری ہے اور پھر بھی مذاق کئے جاتا ہے۔

لوگس۔ بس اس سے زیادہ تکلیف نہ دوں گا۔
پاشا۔ کچھ فطرب کے ساتھ لوگس اور جو لیں کا جانب بڑھا۔

لوگس۔ کے دونوں ہاتھوں میں دو لگوٹھیاں تھیں ایک میں پیش تیت، دوسرا جڑا ہوا تھا اور
دوسری میں مانک۔ مانک الی لگوٹھی میں کچھ کھراپن تھا۔ اس لگوٹھی کو دیکھ کر پاشا کہہ موش
پیرا گندہ ہو گئے۔ لوگس کا دل بول رہا تھا خلیل کی وی ہوئی لگوٹھی کچھ سرکا کر لے رہی ہے۔
ادھر پاشا فکر و ادہام کے الجھنے میں مبتلا ہوا اس منصوبے میں تھا کیا کروں کیا کروں؟
لوگس۔ یہ لگوٹھی کہاں لی؟

لوگس۔ میں نے دوست خلیل عثمان کا عطیہ ہے۔

پاشا۔ (توجہ سے) سچ کہنا۔ میان خلیل سے کب کی ملاقات ہے۔

لوگس۔ چلوگ ہوٹل میں تھے۔ میان خلیل بھی آئے۔ بجز اسکے اور کچھ نہیں جانتا۔
دل تابان پاشا تشویش میں پڑ گیا۔ پھر حبشی سے اشارہ کیا۔ حبشی نے لوگس کی مشکین بھونڈیں
گلزار بھی آزاد کر دی گئی۔

پاشا۔ ابھی تمھاری جان خطرہ میں ہے۔ سچ بتاؤ کیا اس سے زیادہ خلیل کا حال نہیں جانتا۔
لوگس۔ نہیں سہکار۔!

لوگس۔ حیرت زدہ سوچ رہا تھا اس لگوٹھی میں عجب اثر ہے۔

پاشا۔ تعجب ہے یہ راز کچھ میں نہیں آتا۔

لوکس۔ میں سمجھتا ہوں حضور نے اپنا قصد بدل دیا اب گلنار مجھ مرتے وقت نہیں دیکھ سکی۔
 اودھر شہنشاہ مزار گلنار یا کسی قد مون پر گر پڑی۔
 پاشا۔ مجھے یہ دیکھنا ہے خلیل کو بھی اسے بارے میں کیا کہتا ہے۔ بھی ایسی حرکت نہ کرنا۔
 پاشا نے غلاموں سے اشارہ کیا۔ کشمی تیزی سے واپس جانے لگی۔ اب لوکس کو گلنار سے ہاتھ
 لانے کا اچھا موقع ملا۔ لوکس گلنار کے دل خوشی سے اچھل رہے تھے۔ اودھر پاشا فکر اور تشویش میں
 غلطان دیپ جان تھا۔

اودھر جوین اور خلیل کا حال نیلے۔ دونوں ایک کمرے میں بند کر دیے گئے تھے۔ صبحی غلام
 پہرے پر تعینات تھے۔ دل تابان پاشا نے کمرے میں قفل لگا رکھا تھا۔ اس کئی کئی سو اس کمرے کی
 ایک کچی اور بھی جو قفل میں کسی کے پاس رہتی تھی۔ اس کچی کا پتہ نہ تھا کس کے پاس ہے۔ شاید اس
 کچی کا پتہ آئندہ معلوم ہے۔ خلیل اور جوین کو اس کمرے میں دو منٹ بھی نہ گذرے تھے دفعتہ دروازہ
 کھلنے کی آواز آئی۔ خلیل اور جوین نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ آسنہ چلی آ رہی ہے۔ آسنہ ہی آسنہ اشارہ
 کیا۔ آسنہ۔ آسنہ بات جیت کر اونچے غلام پہرے سے ہے۔ ہن بھر خلیل کے کان میں کہا۔ میلن
 آسنہ آسنہ سیکر پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

خلیل۔ میں تنہا نہیں جا سکتا۔ جوین کو بھی لے لو۔
 آسنہ۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تمہیں معلوم ہے کہ پاشا جبراً ایک شخص کے دوسرے سے مواخذہ کر رہا
 تو گھر اٹھ کا سیکر جوین کو میں لے رہے دو۔
 خلیل۔ پھر مجھے لے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔
 آسنہ۔ اسی میں فحش ہو سیکر پیچھے چلے آؤ۔

جوین۔ کیا ہرج آؤ۔ چلے جاؤ۔
 خلیل آسنہ کی نیشیت پر بولیا۔ آسنہ نے بڑھک چور دروازہ کھولا۔ اور خلیل سے اندر جا بیٹھا
 اشارہ کیا۔ اودھر خلیل اندر گیا اودھر آسنہ نے دروازہ بند کر کے قفل لگا دیا۔

خلیل نے دیکھا آسنہ پہرے کمرے میں ایک خوبصورت لیڈی مندر تکبہ لگائے بیٹھی ہو
 اس لیڈی کی عمر تیس سال کی ہوگی۔ رنگ صاف اور گورا تھا۔ جوانی کی انگلیں ابھی اُس کے چون کو
 چھیر رہی تھیں نشہ شراب میں مخمور دستان کی ایک ایک ادا عشاق کے لیے تیر بہ تیر تھی۔ آنکھوں
 میں گلابی دھڑے عجیب کیفیت پیدا کر رہے تھے۔ اُس کے عزیز بن گیسوان کے جل میں خواہی

نخواہی دل اچھ جاتا تھا۔

الغرض بادہ جوانی میں مست دستان شان کے ساتھ گئیے لکھائے لیٹی تھی۔ ہنس کے پرشاکر جسم پر بہت کھلتی تھی۔ اس سے اُس کی خوبصورتی اور بڑھ گئی تھی۔ خلیل اگر دیکھ کو نہ دیکھ جیسا ہوتا تو ضرور کہہ اٹھتا دنیا میں اس لیدی سے بڑھ کر کوئی دستان نہ ہوگی۔ اس بادہ دس نے خلیل کو دیکھ کر اور بھی باؤں پھیلادے۔ تاکہ اُس کی نظر جسم کے ہر حصے پر پڑے اور ستانہ ادا دیکھ کر دل کی آنگوٹوں کو روک نہ سکے۔ دستان نے خلیل کو مندر پر اٹھنے کا اشارہ کیا۔ خلیل خاموشی سے سر پر بیٹھ گیا۔ دستان نے اوائے دلر یا نہ سے زبان کو حرکت دی۔ اسے گہرہ جوان ابو بڑا خوش قسمت ہے جو مجھ ایسی دستان کے پہلو میں بیٹھنے کو جگہ مل گئی۔ تو نہیں جانتا میں کون ہوں۔ اُ

خلیل۔ اس وقت میں دل تابان نگیم اسمعیلیہ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔

اسمعیلیہ۔ مجھ ایسی خوبصورت لیدی کس کی بیگم۔ ادنیٰ خوش کی۔ انسوس زندگی کا لطف اس وقت تھا۔ جب مجھے کسی خوبصورت جوان کے پہلو سے بیٹھ کر دل ایران بھٹکے کا موقع ملتا۔

خلیل۔ کیا آپ نے اسی امیر بطلب کیا ہے۔

اسمعیلیہ۔ کیا دیوانی تھی کہ بلا سبب بکھو طلب کرتی۔ اور اپنی عزت خراب کرتی۔ اور ایک ایسی آؤفہ خرید کر لیتی جس میں جان جانے کا خوف ہے۔

اسمعیلیہ اور بچہ کہہ اچھا اتنی غمی کہ خلیل نے قطع کلام کر دیا۔ میرا نشانہ ہرگز یہ نہیں ہے کہ بلا وجہ اسکو ناراض کر دوں۔ میں اُسی کو خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ آپ سی خبر و دلر یا کے پہلو میں بیٹھنے کو جگہ ملے گی۔ **اسمعیلیہ**۔ میرا حرم جوان ابو جتنا خوبصورت ہے اتنا ہی سنگدل بھی ہے کیا میری محبت کا یہی ثمر ہے۔

خلیل۔ تم کو آپ سے ہر ہر ہے اور نہ نفرت ہے۔

اسمعیلیہ۔ سچ کہنا وہ کون ایسی دلر یا ہے جس کا فتنہ محبت تیسے دل میں کچھ ایسا جگایا ہو کہ مٹائے نہیں ملتا۔ اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو کہہ سکتی ہوں۔ بی بی زلیخا کے عشق میں بیٹھتے ہوئے ہو۔

خلیل۔ جب آپ کو کیفیت معلوم ہے تو بیکار مجھے طلب کیا۔

اسمعیلیہ۔ آئندہ میری خوبصورتی کی تصویر کچھ اس نقش و نگار سے کھینچ کر میری آنکھوں کے پردہ پر پیش کر دی کہ ہمیشہ دل بات سے بھل گیا۔ اس وقت تمہاری صورت اور وجاہت دیکھ کر چہ اپنی کیفیت سے

وہ میرا قلب جانتا ہے۔ خلیل کچھ میرے ساتھ سنگدلی کا برتاؤ نہ ہو۔ یہ سمجھ لو بے اعتنائی کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا خدا نہ کرے کوئی کسی عورت کا دل دکھائے۔ دیکھنے دل کی عورت کیا کچھ مین کر بیٹھتی ہے۔ جانتے ہو۔

خلیل۔ جب آپکے سمجھانے سے زلیخا کی محبت کا رنگ میرے دل سے نہیں اُترتا تو دھکیان دینے سے کیا بچ سکتا ہے۔ خدا را مجھے بہان سے بھل جانے دو۔ یا شا آتے ہوں گے۔ اگر مجھے اس کمرے میں دیکھا تو میری اور تمہاری دونوں کی جان پر بھائیگی۔

یہ لکھ کر خلیل اوٹھ کر کچھ دور کھڑا ہو رہا۔ اور انتظار کرنے لگا۔ کچھ عین اسٹیک کب باٹے کا اشارہ کرتی ہے۔ کچھ دیر بعد اسٹیلیو بولی۔ کیا میری محبت نہ تیرے دل پر ابھی تک اثر نہیں کیا۔

خلیل۔ خدا کے واسطے مجھے بھل جانے دیجئے۔ بہان رہنے سے مین اور آپ دونوں خطرے میں ہیں۔

اتنے میں آمنہ بانیٹی کا پتی اس کمرے میں گھس آئی۔ بولی۔ پاشا دایر لے تے ہیں۔ مین نے انھیں باغ میں دیکھا ہے۔

اسٹیلیو۔ خلیل سے! اوگر دروان! اتھ بھل جائیجے موان کرنا۔ میری یاد فراموش نہ کرنا بھیر کسی موقع پر تجھ سے مل سکوں گی

آمنہ آگے بڑھی خلیل قدم پر قدم رکھتا چلا جاتا تھا آمنہ نے اس کمرے میں جہان جو مین تھی۔ رہنا خلیل کو دیکھ کر دروازہ بند کر لیا اور ہٹ کر چند قدم بڑھی کھڑی کہہ دل تابان پاشا۔ لوگ سنگا شپند جاشیوں کے ساتھ داخل محل ہوئے۔

خلیل کی داپڑی پر جو مین نے پوچھا۔ کیا معاملہ تھا۔ کہاں گئے تھے۔ خلیل نے کل ماجرا سنا دیا۔ اتنے میں دروازے کے پر کھل گئے دل تابان پاشا کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں قیدیوں کے کمرے پر پہنچے ہو لو۔ پاشا کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔ اس کے خون کی گھمی

جاتی رہی۔ نرم دل ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان قیدیوں کی اب توقیر و منزلت کرتا تھا۔ پاشا خلیل مادر جو مین کو لے ہوئے گلزار شیرین کے کمرے میں پہنچا خلیل مادر جو مین نے گلزار کو لوگس کے پہلو میں بیٹھے دیکھا شیرین اور زلیخا بھی آج خورن و ملام دینی تھیں۔ خلیل کو سمجھتے ہی لوگس دوڑ کر

گلے سے جھٹ گیا۔ اور بولا۔ دوست! تمام عمر اسان حرم ہوش نہوگا۔

خلیل۔ مجھے اس ہنشتہ ہی پر پورا ہر دسمہ تھا۔

لوکس گلنار کے قریب بیٹھ گیا۔ جو لہن کو شیریں سے پہلو اور خلیل کو زلیخا کے نعل بن چکی تھی۔
پاشا خاموش بیٹھا رہا۔ کیونکہ انگوٹھی جادو کا کام کر گئی تھی۔

پاشا۔ (خلیل سے) اس انگوٹھی کے مالک کو کس شاہی خاندان سے سمجھو۔

خلیل۔ بیشتر ہی حضور سے عرض کر چکا۔ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پاشا۔ آخر یہ انگوٹھی کس طرح ہاتھ آئی۔

خلیل۔ خداوند ایہ نہیں بتا سکتا۔

پاشا کو اس جواب پر حیرت چھا گئی۔ خلیل کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ پھر کسی نکر میں پڑ گیا۔

کچھ دیر بعد زبان سے نکلا۔ صاحب کیا بات ہے کیا ہم اس راز کو سن نہیں سکتے۔

یہ نکر پاشا کو لگ گیا۔ اور خلیل کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ خیر۔ صاحب۔ بہتر ہے آپ میرے مکان سے شریف لے جائیں۔

خلیل۔ میرے ارادے کیا حضور نے اس بہشتی طبقہ میں تھوڑی ہی دیر کے لیے بیٹھنے کی اجازت دی تھی۔ اب حکم ہوتا ہے یہاں سے نکل جاؤ۔

پاشا۔ میری آنکھ بڑھتی جاتی ہے تمہارا تھا انگوٹھی کا راز انا ہوں۔ نہ سے دلی کاوش

نت جائیگی۔

خلیل۔ خداوند نعمت! اگر اجازت دین تو ایک قصہ سناؤں اُس سے آپکا شک بھی دفع ہو جائیگا۔

اور اُس کا دلچسپ بیان آپکو حیرت میں ڈال دے گا۔

پاشا نے فرمایا۔ سناؤ۔

یہ نکر کوچ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ گلنار حقہ پاشا کے سامنے لگا دیا پاشا قلیان کستی کر نیلگا۔

گلنار لوکس کے پاس بیٹھ گئی۔ خلیل نے لبون کو جنبش دی اور لوگ قصہ سننے کے شائق ہو گئے۔ زلیخا

بار بار خلیل کا چہرہ دیکھ لیتی تھی۔

باب چھٹا

دھقیقت خلیل نے مزید اہ قصہ سنایا۔ گلنار۔ لوکس۔ اور شیریں جو لہن کو اپنی خاص کہانی

سہو ہو گئی تھی۔ زلیخا کی گستاخی خلیل کی جانب تھی۔ دل تاباں پاشا کو یہ قصہ بہت پسند آیا۔ پسند

ہونے کی خاص وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ شاید خلیل انگوٹھی کا کچھ راز کھولے گا۔ پاشا قصہ دیر تک

سننا رہا۔ بولا: گو کہانی دلچسپ ہے مگر اسکی باتوں سے کچھ بھی لگاؤ نہیں۔
خلیل۔ حضور میں جس ملک کا باشندہ ہوں۔ وہاں کے بعض تاریخی حالات چشم دید ہیں۔

پاشا پھر جواب دیا چاہتا تھا کہ خلیل نے زبان درازی اور کامیاب پیر بردار اسی طرح اور بھی
 چھ سات قصہ از پرین۔ اگر حضور سماعت فرمائیں گے تو دیکھو بہت خوشی ہوگی
پاشا۔ اب تو دیر ہو گئی اسوقت جاتا ہوں پھر دیکھا جائے گا۔

خلیل۔ بہت خوب! کل شام سہی۔ شاید ان نضوں سے آپ کا کچھ مطلب نکلے۔
پاشا۔ یہ شکل امر ہے۔ شاید محل میں ابھی پھر طلب کرنا پڑے قصہ تہمانی میں سننا
 بہتر ہوگا۔ جہاں حضرت ہم اور آپ ہوں۔

خلیل۔ جن لوگوں نے آج میری کہانی سنی ہے۔ میرے خیال میں شاید سامعین کو دلچسپی
 ہوگی۔

پاشا۔ یہ ہونہیں سکتا کہ میں زنا خانہ میں آجکی آمد و رفت جاری رکھوں کیونکہ اس میں بڑی باری
 بننا می ہے۔

خلیل اسکی ضرورت نہیں کہ ہلوگ زنا خانہ میں جائیں صرف کل شام کی اجازت دیدیجئے ہلوگ
 میان پڑے رہیں گے۔ اور مزید اطمینان کے لیے بہر متعین کر دیا جائے۔

پاشا نے خلیل کی بات منظور کر لی اور کہا۔
 ”میں آج آکر یہی وقت آگیا۔ (دیکھو! اس طرف نظر ڈالو) اے دخت بلند خستہ بھتیجی تجھکو
 دیر ہوتی ہوگی۔“

دیکھا۔ سامعین جان! مجھے مان باپ کی اجازت ہے۔ اگر چاہوں تو دو ایک روز ہنبوں کے
 پاس رہ سکتی ہوں۔ کاش آپ بھی منظور کر لیں۔

پاشا نے گلزار اور حرم کے کھنڈے منظور کر لیا۔ پاشا نے خلیل۔ کوکس اور جلیں کو اپنے پیچھے آنے کا
 حکم دیا۔ جلیں۔ کوکس اور خلیل اپنے اپنے مشوقان گلزار سے ہاتھ ملا کر خست ہوتے۔ کوکس خلیل
 اور جلیں اپنے اپنے کمرے میں آئے۔ خلیل کا کمرہ زیادہ آہستہ دہر رہتا تھا۔ ایک سیر بطرح طرح کے
 میوسے جتنے ہوئے تھے۔ پاشا کمرہ بند کر کے اوکی چابی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ خلیل نے کئی گھنٹے نہیں
 آج دو دانہ گزار دیے۔ رات زیادہ آگئی کچھ میوسے کھا کر پیگ برلیٹ رہا۔ نیند بڑی نہ تھی۔ اٹھ بٹھا
 ادھر؟ ادھر جیل قدمی کرنے لگا۔ کمرے کے پاس بلوغ تھا کھر کیاں کھلی ہوئی تھیں بھولوں کی بھیجی تھی

خود ہونے کے لئے کہہ رہا تھا۔ خلیل پردہ اٹھا اٹھا کر ہر ایک دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں کسی دروازے پر کسی کی ہنسنے کی آواز نہ آئی۔ وہ نا اگیا۔ ہونو جو لین کا رہا ہے۔ خلیل کو دلچسپی لگتی تھی کہ ہر دروازے کے کمرے میں کوئی نہ کوئی چور دروازہ ہے۔ اس نے ہر ایک دروازہ کو اچھی طرح دیکھا محالہ۔ آخر ایک دروازے میں اسے ایک نئی کمائی ملی۔ خلیل نے کمائی پر چھبکا دیا۔ دروازے کے پٹ کھل گئے۔

دروازہ کٹا دھونے ہی خلیل کو تین فٹ کا چوڑا ایک رشتہ نظر آیا۔ یہ رشتہ خلیل اور جو لین کے کمرے کے درمیان تھا۔ خلیل نے آنکھ بھاڑ کر دور تک گندھ پھینکی مگر روشنی حد کے باہر اندھیرے کے سبب کچھ نظر نہ آیا۔ کچھ دیر بعد اس اندھیرے میں چراغ کی ٹمٹمائی نظر آئی۔ یہ روشنی کمرے کی سطح سے بہت نیچے تھی۔ خلیل اٹھ پاؤں اپنے کمرے کو واپس آیا۔ چاندی کا لمبے آؤزان تھا وہ کچھ اس طرح لٹکا ہوا تھا کہ بغیر خبر غسکت کئے علیحدہ ہو سکتا تھا۔ خلیل نے ایک کاغذ مشعل کی طرح لپٹا۔ اندر اسکو لمپ سے جلا کر راستہ میں چھینکیا۔ اس روشنی سے ظاہر ہوا سیڑھیوں کا سلسلہ نیچے اتر گیا ہے۔ روشنی گل ہو گئی۔ خلیل نے سوچا، سیڑھیوں کے نیچے سے ٹٹل مٹ ہوگی۔ چونکہ سیڑھیوں تک کوئی لمپ نہ تھا۔ ارادہ کیا جو کچھ ہو اُدھر چلنا ضرور چاہیے۔ حالانکہ اس کے پاس ہتھیار نہ تھے تاہم وہ جرات اور ہمتی کے ساتھ برابر چلا گیا۔ سیڑھیوں کے پاس پہنچ کر دیوار کے سہارے سے نیچے اترتا باغ میں آیا۔ اس باغ میں ایک راستہ دوسری طرف نکلا ہوا تھا اور بارہ تیرہ گز کی مسافت پر ایک بہت بڑا لمپ چھت سے آویزاں تھا۔ اور چکی روشنی بہت تیز نہ تھی صرف ٹٹل مٹ اور چلتی تھی۔ باغ کے سامنے محل تھا۔ خلیل کو فکر ہوئی کہ اس محل میں چور دروازہ اور تہ خانہ کیوں ہیں اسے لمپ کی روشنی پر بھی تعجب ہوا۔ خیر آہستہ آہستہ قدم بڑھانے لگا۔ راستہ نیچہ تھا۔ اور لمپ کے نیچے پختہ زمین پر ایک مقوس دروازہ نظر آیا۔ اس زمین سے لے ہوئے دروازہ کے کھولنے کے لئے نہ تو کوئی کڑا اور نہ کوئی دوسری چیز تھی۔ خلیل کو یقین تھا کہ ضرور اس دروازے سے کام لیا جاتا ہے شاید اس میں کوئی خزانہ ہو۔ خلیل نے اس دروازے پر آہستہ سے پاؤں بٹکا۔ کچھ بھاری کڑاواز نیچے سے معلوم ہوئی۔ بھروسہ پاؤں مارا۔ اس لحاظ سے سہارہ اُٹھنے پاؤں نہیں رکھا کہ ایسا نہ ہو کوئی آواز سن لے۔ خلیل اس دروازے کو چھوڑ کر آگے بڑھا چند قدم اور سیڑھیوں کا سلسلہ ملا۔ یہ سیڑھیان اوپر کو لگی تھیں۔ خلیل نے ان سیڑھیوں کو طے کیا۔ چھت پر ایک

دور سے نظر آیا۔ وہاں بھی ایک لمبے روشن تھا۔ اُس کی روشنی چھٹنے سے دروازے پر پڑتی تھی جو کچھ کچھ کھلا ہوا تھا۔ خلیل دبے پاؤں دروازے کی جانب بڑھا تھا کہ اتنے میں کسی کے خراپے بھرنے کی آواز محسوس ہوئی خلیل رُس گیا۔ اور خُرسے کی آواز سنار ہا۔ خلیل نے آنکھیں کھلیں۔ اُس سونے والے پرنگھاہ ڈالی۔ باہر کے لمبے کی روشنی اُس کمرے پر پڑی تھی اُس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور فرش پر ایک فرسہ اندام۔ قوی ہیکل حبشی جیت پڑا خُرسے لے رہا ہو۔ ایک لمبی تلوار اُس کی کمر میں بندھی ہوئی تھی۔ خلیل کو یقین ہو گیا اس حبشی کو ضرور کوئی نشہ پلا دیا گیا ہو۔ اور اسی سے بیہوشی پر طاری ہے۔

خلیل کمرے سے نکل آیا۔ اُسی تنگ راستہ سے آگے بڑھا۔ سامنے ایک نفوس محراب دروازہ تھا۔ خلیل کے دل میں خوف طاری تھا کہ خدا نخواستہ یہ کمرہ دل تابان پاشا کا ہو تو دھریا جاؤں۔ دروازے کا کھول لینا سہل تھا۔ خلیل کو اس حبشی کی بھی ہیبت سوار تھی ایسا نہ دروازہ کی کھٹک سے چونک پڑے۔ خلیل نے واپسی کا ارادہ کیا اور حبشی کو جھانک کر دیکھا۔ حبشی اپنی پہلی حالت میں تھا جب خلیل نیچے اُترنے لگا تو روشنی گل اندھیرا چھایا ہوا۔ خلیل نے سوچا کہ شاید لمبے خاموش ہو گیا ہے۔ مجبور راستہ ٹوٹا ہوا چلا۔ اور اوپر پہنچ کر جب اُس نے ہاتھ بڑھایا تو اپنے کمرے کا دروازہ بند پایا چھپی ہوئی کمانی ٹٹولنے لگا۔ اتنے میں اُس کا ہاتھ ایک دوسرے دروازہ پر پڑا۔ اب اُسے اور بھی یقین ہو گیا کہ اس کمرے سے ملحق کوئی دوسرا کمرہ ہو۔ اور شاید اسی کمرے میں جولین بند ہے۔

اپنا کمرہ بند پار وہ جولین کے کمرہ میں صند روشنی کے لئے جانا جا رہا تھا۔ بند ہو نیسے مجبور رہا۔ ناچار جولین کے کمرے میں دروازے پر آہٹ سے دھکا دیا۔ کچھ جواب نہ ملا۔ جولین بے خبر سو رہا تھا۔ خلیل کی گھبراہٹ ترقی پر تھی۔ سمجھتا تھا۔ ضرور چھینس گیا کچھ کھال کی ترکیب نظر نہ آئی بڑا لمبے لینے کے لیے نیچے گیا۔ جسے کاغذ نکالا۔ تہی بنائی روشنی کر کے واپس آیا۔ دونوں دروازے بخوبی دکھائی دیے۔ پھر نیچے چھپی ہوئی کمانی نظر نہ آئی خلیل نے دل میں سوچا چلو محل کی سیر کریں حبشی کے کمرے تک قدم چڑھائے تھے دیکھا حبشی بدستور سو رہا ہے۔ خلیل آگے بڑھ کر محراب دار دروازے تک پہنچا۔ اتفاق سے اوس کا ہاتھ دروازے کے کھٹکے پر پڑا۔ ہاتھ پر تیرے ہی دروازہ کھل گیا۔ مٹھی پر دھکا ہوا تھا۔ پردہ ہٹا کر خلیل اندر گیا دیکھا کمرہ خوب آراستہ و پستہ تھا چھپر کھٹ پر ایک گھرونا زمین سو رہی تھی۔ یہ کمرہ معمولی کا تھا

خلیل دروازہ بند کر کے چھپر کھٹ کے پاس آیا۔ گلوہ اسمیلیہ زرقي برقي پوٹیاں پہنے لیٹی ہوئی تھی۔
خلیل دے پاؤں پاس کمرے میں گیا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں خوبصورت اسمیلیہ اس سے ملی تھی۔ اس
کمرے کے محاذ میں ایک دوسرا کمرہ تھا۔ یہ کمرہ بھی مسلمان تھا۔ خلیل نے دروازہ کو دھکا دیا۔

نہ پایا وہ دایس ہو کر آہستہ آہستہ اسمیلیہ کے پاس پھڑپھڑا خلیل مہبوت سا چارہ نظرت و بچہ رہا
تھا۔ کبھی مسکراتا اور کبھی گھبراہٹنا۔ چہرہ شکن ہو جاتا۔ ایک بار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ خوشی سے دل
دھڑکنے لگا۔ اسمیلیہ کا سب سے زیادہ سنا یہ کچھ کچھ کھلکھلا ہوا تھا۔ غمناک لگی ہوئی۔ لپٹے ہوئے تھے
خلیل یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اسمیلیہ کے خوبصورت چہرے کی گنت یکا یک بدل گئی۔ اس نے ایک
طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ہاتھ کے حرکت کرنے سے مژدہ قبضے کی تلوار جو بالین سر رکھتی ہوئی تھی سر کے
پچھلے گڑھی۔ نیل نے دیکھا یہ وہی تلوار ہے جو کل شام کے وقت دل تابان یا شا کے کمرے سے
لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے جبکہ کہ تلوار اٹھالی۔ جیسی کا پر بابت میرہ اس کے آنکھوں کے آئینے پھر
تھا تلوار ہاتھ میں آجانی سے اس سے اپنے تپاؤ کا بھر دساؤ گیا۔

اتنے میں اسمیلیہ نے کوٹ بدلی۔ ساتھ ہی اس کے آنکھ بھی کھل گئی۔ پو بھی خلیل کو دیکھ کر
خواب دیکھ رہی ہوں۔ کچھ دیر بیت میں آنکھ بھاڑ بھاڑ کر دیکھتی رہی جب سے ثابت ہو گیا کہ
یہ اس کا پیار آتشا خلیل ہے۔ اس نے بدن اینٹھ کر جہاں لی اور مسکرا دیا۔

اسمیلیہ میرے دل پر کیا میری آنکھوں میں حقیقت تیری صورت بسی ہوئی ہے۔ کیا تیرا خیال
دھوکا دے رہا ہے۔ ۹ میں نہیں سمجھتی سو وقت کس حالت میں ہوں اور کیا دیکھ رہی ہوں۔

اسمیلیہ نے خود غراوشی کے عالم میں پوچھا دلبر! میں ابجو خواب میں تھے دیکھ رہی تھی۔ تو نے پہلے
محبت جتائی۔ میں خوش ہو گئی۔ پھر لٹنے سے اٹھ کر کیا تو نا۔ میں ہوئی۔ میرے زار میں ہونے پر قوت
مجھے سمجھنا شروع کیا۔ تیری ضمیمہ میں نے سمجھ لیا اور بھی دین کر دیا۔ آخر تیری محبت دشمن سے بدل گئی
میں نے مجھ کو اپنا ہاتھ بان کی تلوار کی طوشتہ بڑھایا۔ اس نے میں میری آنکھ کھل گئی۔ دیر تو خواب
نہیں ہے۔ بیدار رہا ہے۔ تو میری آنکھوں کو آرام دے رہا ہے اپنی بھولی صورت سے۔ یہ کچھ کچھ
لیتا ہے۔

خلیل۔ (آہستہ سے) در! آج مجھے معلوم ہو گیا کہ انسان کا زور دل پر کچھ نہیں ہے۔ وہ کچھ
اور خواہش کرتا ہے اس کا دل کسی اور نئے پر غلبہ کرتا ہے مگر فتح دل کی ہوئی ہے۔ میں نے
ٹھکان لیا تھا۔ کہ زلیخا سی دلار کے بجائے کسی دوسری پری پر آنکھ نہ اٹھاؤں تھا۔ مگر تجھ جیسی

سمنبر نازک اندام حور سے نچھے۔ زادی بنا دیا۔ نیری رشتائی نے مسکرم دین جگہ کری۔ تجھ سے جدا ہو کر نہ دلوں چین۔ نہ آنکھوں میں غنیمت۔ دل چاہتا تھا کہ تجھ تک اور کڑ پہنچ جائے اور غم غم کی صفائی مانگے۔ اس وقت یہ فساد دیات میں کھلی ہوئی بائین کس کے منہ سے سن رہی ہوں۔ پیارے خلیل اس کے بائین پر کھم ہوتی تلوار سے کھڑا تھا کہ عوض تیری کمر میں کیوں ہے۔ خلیل۔ میری نازک اندام دریا تو تجھ پر شک نہ کر۔ کروٹ لینے سے یہ تیری تلوار نیچے گر پڑی۔ میں یہ جھکا اور دکھائی کہ اس تلوار کا باریک سے کڑا ہوا تھا اٹھانہیں سکتے۔

یہ کہہ خلیل نے تلوار اس کے بائین پر کھدی اور خود اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اسماعیل نے جوش میں آکر اس کے گلے میں بائین ڈال دیں۔ خلیل جدا ہو کر بلنگ بلنگ گیا۔ اور بولا۔

نے کیا میری ایک بات قبول کر لی۔ میری خواہش ہے۔ تجھے صاف طبر سے ملوں۔ جیسا کہ اکثر لوگوں کا قاعدہ ہے۔ میں نے نہ خیال سے محبت کا اقرار کر لیا ہے۔ کہ اسے سمجھا دوں اور اسات طو پر کہ دوں کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ دل قابو سے باہر ہو جاتا ہے دیر نہ وعدہ فرماؤں کہ وہ میں بیماری اسماعیل کے مذہب پر۔ جمی، نکا۔ اور اسکی غلامی قبول کر دیتا تھا۔

اسمعیلیہ۔ پیارے دلبر اگلے دن چائے جا کر کہہ دینا کہ اب میں تیرے در پر نہ آؤں گا۔ میں دوسری بہت کارام ہوا ہوں۔ لیکن۔

خلیل۔ (قطع کلام کرتے) کیا میں اس گلے میں دو چار روز اور قیام کروں؟

اسمعیلیہ۔ (خوش ہو کر) یقین کرتی ہوں بہت کدن اچھے ہو گئے۔

خلیل۔ کیا تم نے یہ تصور صاف کیا۔ اور مجھے اسے نفرت کے محبت کی۔ اس وقت مجھے اجازت ہو تو باہر جاؤں کہ جو کچھ رہ ہوئی ہے۔ کل انشاء اللہ پھر ملو گا۔

اسمعیلیہ۔ بیان خلیل تم کس طرح بیان پہنچے؟

خلیل۔ اتفاق سے کئی ماچھ لگی۔ میں نے تیرے دروازے کا کمرہ کھول لیا۔ اور آتے وقت اند بھی اسی چابی سے بند کر دیا۔

یہ کہہ خلیل نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ساتھ ہی چونک پڑا۔ گھبرا گیا۔

اسمعیلیہ۔ (خوش ہو کر) تو ہے۔ کیا نے کوئی آواز سنی؟

خلیل۔ (گھبرا کر) نہیں۔ لیکن یہ کمرہ اس سے وہ چابی کین گر گئی۔

یہ کہہ خلیل چابی ٹوٹے سے لیے جھکا۔ اسمعیلیہ بولی۔

یہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ چابی کے واسطے آنا خواہ۔ نہ کھا۔ نہ نہک۔ ایک چابی اپنے پاس سے نکالی جس سے خلیل کو میان لانے وقت آتھ۔ اپنے کام میں لاتی تھی۔ خلیل کو دکھا کر یہی یہ چابی لو اور کل سے کس پاس آنا اور کسے دل سوزان کا پیش چھبانا خلیل نے چابی پھیل سے لیلی اور دست ناز و انداز دستان اسفیلیہ نے پھر ایک بار خلیل کو مسینہ سے لگا کر رخصت کیا۔

خلیل نے کبھی سے دروازہ کھولا۔ اور باہر نکلا۔ پھر منہ نہ کر دیا۔ لمپ کی روشنی میں اوس نے ایک دروازہ دیکھا۔ بچھ گیا۔ اسی دروازہ سے پاشا کی آمد و رفت اسفیلیہ کے پاس رہا کرتی ہے۔

خلیل آہستہ سے دروازہ کھول کر پھر اسی طرح منہ نہ کرنا ہوا۔ آگے بڑھا۔ رہینے کے کرتا ہوا پھر اسی کچی سے دروازہ کھول کر یہ اطمینان تمام لینے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور کھاٹا پلٹتے ہی خواب استراحت کے مزے لینے لگا۔ علی الصبح کمرے کے دروازے کھلے۔ وکس اور جلیں سے ملاقات ہوئی۔ ملازم دوستوں کو ایک دہ کے کہہ کرے میں بیٹھے۔ اس کمرے میں انواع انعام کے شیریں و مکیں کھانے کیل پرچہ ہوئے۔ نئے سے چکر سرخ و سفید شطرنج۔ اور تباہین وغیرہ تفریحی سامان بھی موجود تھے ان لوگوں کو باہر جانے کی سبابت نہ تھی۔ اور اس کے دن ختم ہوا شام ہوئی۔ تینوں اس کمرے میں بلائے گئے جبکہ خواہرت بری بال عورت نے پرستان بنا ہوا کھا۔ پاشا کوچ بڑھایا ہوا اکیان نہی کر رہا تھا۔ یہ تینوں ہستیوں میں اپنی اپنی طرف منسوب کی نفل میں پھیل گئیں خلیل نے اسفیلیہ سے وعدہ کیا تھا۔ تاہم زنی کو دیکھ کر کچھل جھپٹ بھر سو کر آئی۔ بیٹھے ہی پاشا نے خلیل سے فرمایا کہانی پیچیدہ خلیل نے بڑی ہی دلچسپ کہانی شروع کر دی۔

باب ساتواں

خلیل کی یہ کہانی پہلی کہانی سے کہیں زیادہ مزیدار تھی۔ اس کو تاہ کہانی ختم ہو گئی۔ پاشا خوش ہو کر فرمایا۔ یہ قصہ ضرور دلچسپ تھا۔ چونکہ وقت خلیل سے۔ لہذا آبلوگ یہاں سے۔۔۔۔۔

خلیل۔ امرا اصرار مخن موکر مسے آتھا۔ بچے اس سے زیادہ بچہ نصیب یاد ہیں۔

پاشا۔ (زسکرار) میں خوب سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے دلچسپ قصوں میں اس لئے زیادہ لگا لگا چکا ہیں کہ یہاں قیام کر لیا زیادہ موقع ملے گا۔

خلیل۔ بیشک۔

پاشا۔ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا مگر یہ ناممکن ہے۔

خلیل۔ آپ آدمی بچکر دریافت فرما سکتے ہیں اور اسوقت تک جب تک جاث آربائے ہوگو
بطور قیدی کے یہاں اقامت پذیر رہینگے۔

پاشا۔ اگر تمہاری رائے قبول کر بھی لی جائے۔ تاہم زلیخا کی شادی کا مجھے اختیار نہیں۔

خلیل۔ مگر مجھے تو امید ہے کہ جب آپ کی مرضی ہوگی۔ میرا حال زلیخا کے والد ماجد میان آغزی
کو معلوم ہو جائے گا۔ تو وہ بھی آپ کا حکم سے کبھی انکار نہ کریں گے۔

پاشا۔ کیا حق آغزی کی کیفیت آپ کو معلوم ہے وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔

خلیل۔ کچھ کچھ کیفیت زلیخا کی زبانی سن چکا ہوں۔ تاہم انھیں بھروسہ ہو کسی نہ کسی طرح گرفتار
ہو جائیں گے۔ اس کلام سے کچھ پاشا کو شوش سی ہو گئی بولا

”میں اس معاملہ میں جلدی نہیں کر سکتا۔ ابھی آپ کی صفائی بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ انکو ٹھکی کا
راز ابھی تک نہیں کھلا“

خلیل۔ جب آپ کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے تو مناسب ہے کہ دو ایک روز اچھی طرح خود فکر
کر لیں تب تک پہلوگ حاضر رہینگے۔ کل ایک اور قصہ مناؤں گا جو ان قصوں سے کہیں دلچسپ
ہوگا۔

پاشا۔ (منہ سے) یہ اچھا طریقہ نکالا۔ خیر میں ایک روز اور توقف کرنے کی اجازت دیتا ہوں مگر
کل ہی کی طرح آج تم سب کو کوٹھڑیوں میں بند رہنا پڑیگا۔

پاشا کی اجازت سے سب خوش ہو گئے اور وہ سب کمروں میں بھیج دیے گئے۔ ہم یہ بتا دینا
ضروری سمجھتے ہیں کہ خلیل جب صبح کو اٹھا تھا تو اس نے ان دروازوں کو پور دیکھ لیا تھا۔

خلیل کو معلوم ہو گیا تھا کہ شب کے وقت دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ آج شب کو
اس نے اپنے کمرے میں چوہن کے گانے کی آواز سنی وہ خاموش لیٹا ہوا تھا کہ دروازہ پر کئی
تھپکی دی۔ خلیل نے اونچے کر غصہ کیا کہ کیسی ہوئی کچی سے دروازہ کھولا آئندہ اگر بولی۔

”آج یا شاہین آئیگا آئیلیہ آجکا انتظار کر رہی ہے۔“

خلیل انعام کے طور پر کچھ دیکر اس کے ساتھ چلیا۔ دونوں منتفیض زینہ طے کرتے ہوئے
اس طرف پہنچے۔ آئندہ آئیلیہ کے دروازے کے پاس پہنچکر جدا ہو گئی۔ خلیل اندر گیا۔ نازک

اندام آئیلیہ اسوقت انگریزی ڈریس میں تھی جو اس کے بدن پر پہنی ہوئی نکلتی تھی اسکی سبب فام
زلفین اس کے گورے گورے شانوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ آئیلیہ کچھ دھما دھما کر اچھڑے ہوئے

سینون کو جو رہا تھا۔ اسمعیلیہ نے خلیل کو دیکھتے ہی کہا۔
 ”میں بہت خوش ہوئی۔ تمہیں یہاں قیام کرنا کی اجازت ملگئی اور تم حسب وعدہ یہاں پہنچے آئے۔“

خلیل۔ (مسکرا کر) پیاری ماہرو! تمہارا حکم سنتے ہی آمنہ کے ہمراہ چلا آیا۔ کیا پاشا کل نام سے تمہارے پاس نہیں آیا۔؟

اسمعیلیہ۔ تمہیں پاشا کے نہ آنے کا حال کیونکر معلوم ہوا؟
 خلیل۔ اس خیال سے کہ پاشا اپنی تلوار چھو لگیا تھا یہاں آتا تو ضرور پہنچتا۔

”ہم مگر خلیل نے جو تاؤ انداز پر گیسے رکھی ہوئی تھی اٹھائی۔ اسمعیلیہ بولی
 ”و تو نے جو اقرار کیا تھا اس کی تکمیل ہوئی یا نہیں؟“

خلیل۔ مجھے موقع نہیں ملا۔

اسمعیلیہ۔ معلوم ہوتا ہے زینجا کی محبت کا نقش تیرے دل سے نہیں مٹا۔

خلیل۔ آج شام کے برتاؤ سے اُس پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ میں اب وہ خلیل نہیں ہوں۔

اسمعیلیہ۔ مجھے امید ہے کہ اب دھوکا نہ دو گے۔ لیکن کس طرح باور کروں۔ یہ سب کہاں سے
 تم ناراض نہ ہو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہاری محبت نے میرے دل پر کیا اثر ڈالا ہے۔ آنکھوں پر
 تمہاری صورت آنکھوں کے سامنے پھر اُترتی ہے۔ جب یہ حال یہ ہے تو کیونکر مجھے زینجا سے
 رقابت نہ ہو۔

خلیل۔ میں ان باتوں کو سمجھتا ہوں۔ مجھے آپ سے بیچ نہیں ہے۔ میں لاچار تھا۔ کہ
 زینجا سے گفتگو کا موقع نہیں ملا۔ کل قیام کرنا کی اجازت مل گئی ہے۔ اگر کل تم بھی کچھ کوشش
 کرو تو زیادہ دن تک ٹہر سکتا ہوں۔

اسمعیلیہ۔ تم بتاؤ میں کیا کوشش کروں۔ ان کینزدوں سے میری ملاقات نہیں اور نہ وہ کبھی میرے
 پاس آتی ہیں۔

خلیل۔ ایسی حالت میں تو میرا قیام یہاں نہیں سکتا۔ اور آپ کے لیے تو وہ آسان کام
 تھا۔

اسمعیلیہ۔ کس طرح۔؟

”کل میں پاشا کو ایک اور کمائی سناؤں گا۔ اور آپ اس وقت آویں۔ جب قصہ قریب الختم ہو۔“

پھر پاشا سے آپ شکایت کریں کہ ایسے دلچسپ قصے مجھے کیوں نہیں سنوائے۔ اگر آپ سراسر کرین کا تو پاشا مجھے مجبور ہو کے دو ایک روز اور قیام کرنے کی اجازت دیدیگا۔ اگرچہ کچھ شک ہو تو وہ بھی اسی وقت.....

اسمعیلیہ (قلعہ کلام کر کے) دلبر اکیا تمہیں ابھی تک مجھ پر شک ہے؟
خلیل۔ نہیں۔ شک نہیں کرتا۔ تاہم ابھی تک میں نے اچھی طرح آپ کو دل نہیں دیا ہے۔ کل میں ایک خط تحریر کر کے حبیب میں رکھ لوں گا اور کسی نہ کسی طرح وہ خط لیکھا کے ہاتھ میں دیدیوگا۔ اس کارروائی کے بعد بے فکری سے تمہارا ہوجاؤں گا۔

اسمعیلیہ۔ (خوش ہو کر) اگر یہ کارروائی ہو تو پھر ہم تم خوب بے فکری سے گلے سے لگا کر اڑائیں گے۔
خلیل۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے صاف صاف امدون پھر ٹھکڑے کچھ بردانہ نہ لگیں۔ میں آپ کے بارے میں اس سے کچھ ذکر کروں گا۔ صحت رتنا ہی کافی ہو گا کہ جو وعدے میں نے تیرے ساتھ کیے تھے اٹھا اچھا کرنا میرے مسکن سے باہر ہے۔ کیونکہ اس میں دونوں کی جان کا خوف ہے۔

اسمعیلیہ۔ میں تمہارے کاموں کو تمہاری راہ چھوڑتی ہوں۔ جو مناسب سمجھ کر دو۔
یہ کہہ کر اسمعیلیہ خلیل کو اپنی طرف چھینچا چاہتی تھی کہ کیا ایک آمنہ اپنی کانتہی کرے جس کی ساری اور بولی۔ پاشا آتا ہے۔

خلیل اور اسمعیلیہ گھر آ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ خلیل نے پورا اٹھالی۔ آمنہ نے گھر آ کر کہا۔
میں بیان بھاگتا ہوں بھاگ جاؤ۔

اسمعیلیہ غصہ میں بھری کھڑی تھی۔ بولی۔

یہ نہیں نہیں۔ پھر غصہ بڑے کی جانب جو دروازے پر پڑا ہوا تھا اشارہ کیا۔
آمنہ۔ (گھبرا کر) کسی طرح جلدی کیجئے۔ بھاگئے ورنہ خلیع میں ہم نینوں کی تشوین غرق کر دیگا۔
اسمعیلیہ۔ (آمنہ سے) تو جلد باہر جا اور کسی نہ کسی طرح دو چار منٹ کے واسطے پاشا کو روک لے۔
آمنہ باہر کی طرف جھکی اور اسمعیلیہ نے پردہ اٹھا کر خلیل سے کہا۔

مے پیارے ہی راستہ ہے۔ اسی راستہ سے نکل جاؤ۔

خلیل پاشا کی تلوار سے ہوسے چلا گیا۔ اسمعیلیہ نے منہ کر کے پردہ چھوڑ لیا۔
پاشا دوسرے راستہ سے کمرے میں داخل ہوا۔ اسمعیلیہ بستر سے پیچان لگی کہ پاشا کو کسی طرح کا شک نہیں ہوا ہے۔

باب اٹھواں

خلیل کو معلوم تھا کہ تہ خانہ میں وہی منیب بصورت حبشی اس وقت پہرہ دے رہا ہوگا پھر بھی وہ اسماعیلیہ کے چور دروازے سے نکلنے وقت بالکل نہیں جھپکا۔ ہاتھ میں دل تابان پاشا کی تلوار بھی بدینہ جو وہ خائف نہ ہو سکا بے باک چلا جاتا تھا۔ اس وقت وہ ایسے راستہ میں پہنچا جہاں بڑے طلب کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ راستہ طے کیا تھا کہ اسکے کانوں میں کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی اور چند منٹ بعد دیکھا تو وہی سیاہ خام بصورت حبشی برہنہ شیشر ہاتھ میں لٹے چلا آتا ہے۔ خلیل بے خوف آگے بڑھا اور قریب پہنچ کر با آہستگی اُس سے کہا۔

یہ کیا مجھے معلوم نہیں میں کس طرح یہاں آیا ہوں

حبشی یہ سن کر تعجب و حیرت ہوا۔ خلیل کہہ رہا تھا کہ جس نے کچھ ایسی بہت طاری کر دی کہ اُس کے جسم پر لرزہ آگیا۔ خائف دم سان شیشر نوک جھپکا۔ خلیل غصہ مٹھاں کھڑا تھا۔ حبشی بڑھتے سے پایا جاتا تھا کہ وہ ادب کے ساتھ خلیل کو جواب دیکھا۔ لیکن دم بدم چہرے کی رنگت بدلتی گئی۔ اور اُسے کہا میں غلام ہوں اپنے آقا کے فرض مطلب پر نہیں پہنچ سکتا۔

خلیل۔ مگر غلام بھی کوڑے و معز نہیں ہوتے یا تو مالے نے بھی اُنھیں عقل و حرمت فرمائی ہو۔ حبشی۔ یہ سچ ہے۔ غلام کو کبھی زیادہ عقل نہ ملے گا کہ مہین بڑا شروع ہو وہ غلام کی طرح دباؤ میں رہتا ہے۔ کسی امر میں اُس سے رائے نہیں کہجی لیتا۔ اس لئے اُنکا ذہن ٹھیل ہو جاتا ہے۔ جو تہ نہیں آتی۔ بلکہ وہ جو قوت جاہل سمجھا جاتا ہے۔

خلیل۔ سچ ہے۔ غلام کسی بات میں ذہل نہیں دینے پاتا مگر تیرا تو مارا مچ ہے عقل بھی سلیم ہے۔ اسے حبشی دوست یا درکھ اس وقت گھسے ملاقات ہو جانے سے بہت بڑی شکر ہوئی۔ قوی ہیکل حبشی نے خلیل کو تعجب آلود نظر سے دیکھا۔ خلیل نے پھر کہا۔ یہ ایک عجیب مقام ہے۔ حبشی۔ آپ بھی عجیب انسان ہیں۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ میں اس مقام کی کچھ کیفیت آپ کے گوش گزار کروں۔

خلیل۔ بہت کے ساتھ بولا۔

میں انجان نہیں ہوں تیرے سیر آقا دل تابان بادشا کا ہمان ہوں
آپ ہمان ہیں تو ہوا کر بن۔ سیرے کام میں آج کو کوئی دخل نہیں۔ نہ آج کو میرے کاموں کے

کوئی تعلق۔ میں سمجھتا ہوں آپ یہاں سے کسی طور نکلتا چاہتا ہے۔ خیر آپ آگے بڑھئے۔ میں ہمراہ ہوں آپ کی عزت مجھے اجازت نہیں دیتی کہ آپ کے آگے رہتہ دکھاتا چلوں۔

خلیل۔ اسے شاندار دور، میں اپنے کمرے میں نہیں جانا چاہتا۔ میں تمہاری بردباری اور بہت سے بہت خوش ہوں۔ واقعی تم ہی میرا پر پیرہ دینے کے لائق سپاہی ہو۔ کیا تم یہاں خزانہ کی حفاظت کرتے ہو یا کئی ضرورت سے تمہاری یہاں پر کوئی ہے یا میری طرح جو لوگ اسمگلر کے کمرے سے مفرد ہوں تو انکو راستہ بتا دے۔

حبشی۔ خلیل کے سوالوں سے بہت گھبرا یا چپکے کارنگ قی ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے جواب دیا اگر میں خزانہ کی حفاظت کے لئے ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں آپکو خزانہ بتا دوں۔ خلیل۔ اے عقل مند دوست! میرا سوال یہ نہیں ہے کہ تم مجھے خزانہ بتا دو۔ یہاں خزانہ کی ضرورت ہی نہیں۔

حبشی۔ اچھا یونہی سی۔ آپکو بھی پسند ہے کہ آپ اسمیلیہ کے کمرے سے نکلے ہیں اور اسکی بارے میں بات چیت کر رہے ہیں۔

خلیل۔ جب ہم تم سے صاف صاف باتیں کرتے ہیں تو سخن سازی و دغا بازی کا کام نہیں تمہارا ہو گا اسمیلیہ کا براؤ یا شا کے ساتھ دیا نہیں جیسا عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ہوا کرتا ہے حبشی۔ خیر۔ آپ باور کر لیں۔ میں دونوں کاموں پر متعین ہوں۔ بہر خدا جلد یہاں سے جائیے۔ کیا یہاں زیادہ توقف کرنے میں اپنی سلامتی سمجھتے ہیں۔ خدا نہ کرے یا شاید ان کا جاکر اور مجھے آپے باتیں کرتے دیکھے۔ تو میری اور آگے دونوں کی جانوں پر بن جائے۔

خلیل۔ کیا تمہیں تمام رات جاگنا پڑتا ہے؟

حبشی۔ اگر سو جاؤں تو گردن قلم کر لی جائے۔

خلیل۔ اگر یہ سچ ہے تو بیشک میرے منہ سے ایک لفظ نکلنا تیرے لیے پھانسی ہے کیونکہ کل میں تجھے بے خیر مرنے دیکھ چکا ہوں۔

حبشی۔ کو اس کلام سے غصہ چڑھ آیا۔ دانت پیس کر جواب دیا۔

غلط۔ سدا غلط

خلیل۔ نہیں سچ بالکل سچ میں ثبوت دے سکتا ہوں۔ شاید تو موقت نشتر میں تھا۔ تیرے پاؤں دروازے کی طرف پھیلے ہوئے تھے۔ پیر دروازہ سے لگا ہوا تھا۔ پتلی ہوئی تھی۔

بل بین پڑی بھی۔ دروازے کے پٹ سے سیاہ لہون کی طرح کھلے ہوئے تھے۔
حبشی خلیل کی باتوں سے انتشار میں پڑ گیا۔ نہ جواب دیتے بننا ہے۔ نہ باتیں سن سکتا ہے
کچھ دیر کے بعد بولا۔
”فرمائیے آپ بیان کس طرح پہنچے۔“

خلیل۔ اس سوال کی کیا ضرورت۔ مجھے خود معلوم ہو گا جس طرح بیان آیا۔
حبشی۔ خیر آپ بیان سے تشریف لیا ہیں۔ آج پاشا بیان ضرور لینگا کہ نوک و نہ کی
رہنمون سے آسکتا ہے۔ آپ آگے چلیں اور میں پیچھے پیچھے چلتا ہوں۔ ابھی دیواروں سے
باہر کیے دیتا ہوں۔

خلیل۔ بہر کو آگے چلنا چاہیے۔ یہ قاعدہ ہے۔
حبشی۔ نے خلیل کو بے اعتدالی اور مشکوک نگاہ سے دیکھا لیکن فوراً ہی قدم آگے بڑھایا
خلیل لپٹ پر پہنچا۔ کمرے کا دروازہ کھلے کر کے آہستہ آہستہ حبشی اور خلیل بیڑھوٹ سے
اوترنے لگے۔ حبشی کمرے کے کھیل کا ساہ دیکھتا جاتا تھا۔ اس نے حبشی کا پاؤں
اُس گول دروازہ پر پڑا جو سطح زمین میں جڑا ہوا تھا۔ بیان پہنچتے ہی خلیل نے اس تیزی
دار کیا کہ ایک سکنڈ میں وہ مضبوط حبشی زمین پر آ رہا۔ خلیل سینہ پر چڑھ بیٹھا اور توار کی
نوک اُس کی گردن پر رکھ دی۔ حبشی خلیل کو اُنوس کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ اس کے
خون کا پیاسا ہو رہا ہے اُس نے نہایت نرم اور دلی زبان سے کہا۔

”یہ آپ نے کیا کیا۔ کیوں میرے عدو سے جان بن گئے؟“
خلیل۔ کاش تو مجھے بتا دے دو باتیں۔
اُس کے آگے خلیل نہ کہنے پایا تھا کہ اسمعیل کے کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی شخص باہر
نکلنا ہوا معلوم ہوا۔ حبشی بولا۔
”پاشا آنا ہے۔“

خلیل۔ خیر مجھے چھوڑے دیتا ہوں۔ اٹھ اور ہوشیار ہو۔ اگر ذرا بھی تیری صورت نے شک
دلا یا۔ تو فوراً گوار سے تیرا سرا ڈال دوں گا۔
خلیل سینہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حبشی کی توار پر جو دو پڑی تھی دونوں ہانوں کھاکھڑا ہوا
جب حبشی اٹھا تو اُس سے بولا۔ ہر دار ایک نقطہ بھی پائنتا ہے دوہر زبان سے نہ نکالنا۔

نہ اسماعیل سے کچھ کہنا۔ اگر تیری زبان سے کوئی غلط غلط تو مجھ دینا تیرے سہو کی کیفیت ظاہر کر دوں گا پھر
لاسمحاً لایچھانسی پر لٹکا دیا جاوے گا۔

دفعتاً سڑ میوں سے اترنے کی آواز آئی۔ خلیل وہاں سے کھڑک اپنے کمرے میں ہو رہا۔
تو اس کی پوشیدہ جگہ رکھ دی پلنگ پر لیٹ رہا سو گیا۔ علی اصباح بستر سے اٹھا۔ فکر بڑھ گئی سرد
منجھستہ جشی نے کل شب کا واقعہ بلو شاہ سے کہہ دیا ہو۔ پھر خیال گذر گیا کہ انہیں ہو سکتا۔ اسی
انتشار میں تھا کہ ایک جشی آیا اور کہا کہ کس جوبلین کے کمرے میں حاضر ہو جائیے۔

خلیل ساتھ ہو لیا راستہ میں آمنہ بیوہ کی ٹوکرے لیے چلی جاتی تھی۔ یہ بیوہ اسماعیل کی میز پر
چنے جائیں گے۔ آمنہ نے خلیل کو دیکھا تو اس کے حواس جاتے رہے۔ ٹوکرے ہاتھ سے گر پڑی
غلام نے کہا کیا کچھ پی تو نہیں گئی؟ آمنہ نے چٹ پٹ میوے اٹھا کے ٹوکرے میں رکھے۔ اور
بڑبڑاتی ہوئی لمبی پڑنی غلام نے تھمہ لگایا اور سمجھا کہ یہ شراب کے رنگ میں ست ہے۔

خلیل بڑے کمرے میں آیا دیکھا کہ کس جوبلین بھی تیار بیٹھے ہیں دن تو گفٹ و شنید میں ہو گیا
شام کو یہ تینوں ستیان گلزار شیرین کے کمرے میں پہونچائی گئیں۔

حسرت یا شاہد تکلف مسند پر دراز تھے حقہ اڑا رہے تھے۔ یہ تینوں روحیں اپنی اپنی
منظر مشوقہ کے پہلو میں ڈٹ گئیں۔

خلیل نے کہانی چھیڑ دی۔

باب نوان

کہانی ختم ہونے پر دل منیاب کچھ دیر تک اسی الجھن میں پڑا رہا۔ ادھر سب کو فکر تھی۔ دیکھیں
خلیل زیادہ دنوں تک مقیم رہنے کی کوئی ترکیب کرتا ہے یا نہیں۔

خلیل نے زلیخا کے کان میں کچھ کہا پہلے تو اسے صدمہ ہوا پھر چہرہ اشل گل تکلف ہو گیا۔
اتنے میں بیرون کمرہ دروازے کے پٹ کھینچنے کی آواز آئی۔

زلیخا جسے نگرین غوطہ زن تھی۔ اس آواز نے اس کے اور سان خفا کر دیے۔ وہ خلیل پہلو
سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کس جوبلین اپنی اپنی مشوقہ سے مصروف کلام رہے۔ پاشاہ فکر میں
دوبا ہوا تھا۔ اتنے میں دروازہ کشادہ ہوا۔ اور زرق اسماعیل پر شاک ڈالتے چہرے پر نقاب

ڈالے کمرے میں آئی۔ آج خلیل کی شہست زلیخا سے علیحدہ تھی۔ اس لیے۔ اسماعیلیہ کے سینے میں
اشک قابلت بھکڑ نہ سکی تو کس جو لین اس کی پیشوائی کو اٹھ کھڑے ہوئے گلزار اور شیر میں
علیحدہ ہو چکے تھے۔ اسماعیلیہ نے جس کے ساتھ پاشا کے شانے پر ہاتھ رکھ رکھا۔ آج۔ آسمان
نظر سے دیکھ کر کہا میرا آنا خلاق مزاج تو نہیں ہوا۔

پاشا نے جواب دیا نہیں۔ شوق بیٹھو۔ جن عاوان کا ذکر کیا تھا وہ یہی ہیں۔ انکو بہت
دن گذر گئے۔ ابھی خدمت ہونے والے ہیں۔ اسماعیلہ نے اپنے نازک ہاتھ باز آئے تھے۔ ان کے
اور کہا مجھے تیس کچھ غصہ آتا ہے۔ کیونکہ صاحب یہ دلچسپ قصے روز سننے جاتے ہیں۔ اور مجھ سے
ڈکر نہ کر بھی نہیں۔

پاشا۔ میں نے اس خیال سے تمہیں رحمت نہیں دی۔ کہ ایک اجنبی کے رو برو کسی جلیل القدر بیگم کا
آنا باعث بدنامی ہے۔ اور تم تنگ آنا نام ٹھہرین تم ناراض ہو جاؤ گی۔

خلیل۔ دلیں۔ اس میں کیا شک۔ تم سے زیادہ عزت و اعزّت دنیا میں نہیں۔ جب تک کسی
غیر مرد سے بغل گرم نہ ہوگی نیند نہ آئیگی۔

اسماعیلیہ شوہر کی موجودگی میں اگر کسی غیر مرد کا سامنا کرنا پسے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

پاشا۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی ورنہ ضرور اپنے ساتھ لاتا۔ معاف کرنا۔

اسماعیلیہ۔ خیر ایک بات کی خواہان ہوں اگر منظور کرو تو کمون بات کرتے کرتے اسماعیلیہ کی
نقاب چہرے سے ہٹ گئی۔ پاشا کو اس کا دل فریب چہرہ بہت پیارا معلوم ہوا۔ جواب دیا
منظور کروں گا کہ تو سہی۔

اسماعیلیہ۔ بات یہ کہ تھے جو دل چسپ قصے سننے میں اگر دوبارہ کہے جائیں تو میں بھی
سن لوں۔ جانتے ہو مجھے قصہ سننے کا کتنا اشتیاق رہتا ہے۔

پاشا۔ اگر خلیل زحمت اٹھالیں اور عنایت کریں تو ہو سکتا ہے۔

خلیل۔ مجھے فیصل حکم سے کیا نثار ہے مگر جب ایک قصہ حضور سماعت فرما چکے ہیں دوبارہ
کب مزہ دیکھا۔ اور مجھے بھی مزہ نہ آئے گا۔

مگر ایک شب میں دو قصے بیان کرنا اسکان سے باہر ہے البتہ کل شب کو بہت دل چسپ
قصہ سنائوں گا۔ آج کی رات ملت دیکھو۔

یہ مکر خلیل اٹھ کھڑا ہوا تو کس جو لین بھی تیار ہو گئے اسماعیلیہ نے پاشا سے کہا

میں قصہ ضرور سنوں گی۔ آج نہیں تو کل سہی۔
پاشا نے جوں وغیرہ کی طعن دیکھ کر فرمایا۔ آج آپ لوگوں کو اس شخص میں اور قیام کرنا پڑے گا
یہ کہہ کر پاشا اٹھا اور بیٹوں جو ان کو ہمراہ چلنے کا اشارہ کیا غصے نے یہ دفائی کی حکام نے بیٹا پر ڈال دی
اسمعیلیہ بہت خوش ہوئی۔

غرض سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں پہنچ گئے خلیل نے چور دروازہ کھولا اور جوں
کے کمرے کی پوشیدہ کمانی ٹوٹ کر دبا دی۔ دروازہ کھل گیا۔ خلیل کو دیکھ کر جوں حیران شد
ہو گیا اور چھاپا سے دوست کیا۔ یا فرج ہے۔

خلیل نے گفتگو کرنا وقت نہیں۔ تم میرے کمرے میں جاؤ میں تمہارے کمرے میں مقیم ہوں۔ جاتے
ہو روشنی گل کر دینا۔ آئینہ تمہارے پاس آئیگی تم خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لینا۔ وہ تمہیں اسمعیلیہ
کے کمرے میں لے جائے گی۔ اسمعیلیہ تمہیں دیکھ کر حیران ہوگی۔ تم کہہ دینا پاشا نے غصے سے خلیل
کے کمرے میں بھیج دیا تھا۔

جوں نے غرض یہ جب سنے گی مجھے دعا باز سمجھے گی۔
خلیل۔ نہیں صاحب میں بھی تو کوئی بار اسمعیلیہ سے ملی چکا ہوں کیا اس سے زلیخا سمجھے گی کہ میرا
دل اس سے پھرتا ہے اور کچھ دیر بعد تمام راز بھی آپ پر افشا ہو جائیں گے۔ کوئی فکر نہیں
جو کہ ابون اسیر سل بیٹے۔

جوں نے۔ ہر طرح مستعد ہوں۔
خلیل۔ اگر ستے میں جیسی مل جائے تو اس کو اپنے ساتھ لے لینا مگر خبردار اس کے آگے چلنا

جوں نے۔ کمرے سے نکلا۔ خلیل نے دروازہ بند کر لیا۔ اور بیٹھ کر اپنی فاردائی پر غور کرنے لگا۔
جوں نے خلیل کے کمرے میں پہنچتے ہی مرصع قبضہ کی تکرار اٹھائی روشنی خاموش مگر رسی
کچھ دیر بعد دروازہ کھولنے کی صدا محسوس ہوئی۔ دروازہ کشادہ ہو گیا لمپ کی روشنی جو چھپے
تک رہا تھا دور تک پھیل گئی۔ جوں نے دیکھا آئینہ مگر کیے اندر آگئی لیکن وہ شناخت نہ کر سکی
یہ جوں ہے اس نے خلیل سمجھ کر سلام کیا۔ اور کہا میں صاحب کیا آپ باغ نسیم کی سیر
کے لیے تیار نہیں ہیں۔

جوں نے جواب کے بجائے اشرفی ہاتھ پر رکھ دی۔ آئینے کے ساتھ آنے کا اشارہ
کر دیا۔ جوں قدم پر قدم رکھتا اسمعیلیہ کے کمرے تک پہنچ گیا۔ آئینہ لمپ کی روشنی میں

دیکھا کہ کمرے آپ پہنچ گیا۔ آمنہ نے آپ کی روشنی میں دیکھا کہ خلیل نہیں ہے جو لین ہے
اُسکی پریشانی بڑھ گئی۔

جو لین نے کہا کوئی اندیشہ کیا بات ہیں جو کچھ دریافت کرنا ہو کرو۔ اسمیلیہ کے کمرے کی
خبر میں دوسرا کمرہ تھا۔ آنا جو لین کو اُس کمرے میں لگلی۔ آمنہ نے پوچھا میان تم خلیل کے
کمرے میں کیونکر آئے۔

جو لین۔ پاشا کے حکم سے مجھے یہ کمرہ آج ملا۔

آمنہ۔ وہاں اندھیرا کیوں تھا۔

جو لین۔ دروغ نہوتے سے لیب گل ہو گیا۔

آمنہ۔ خیر یہ تو اکیونکر ساتھ آئی۔

جو لین۔ زنجیر بٹنی ہوئی تھی، اپنے اٹھالی۔ کیونکہ سلج جیسی پہرہ دے رہی ہیں
ایسا نہ ہو کوئی افتادہ بیٹ بڑے۔

آمنہ۔ خاموش ہو گئی تاہم اُس کی گھبراہٹ نہ مٹی۔ گودل کے خشک کمر ہو گئے تھے۔

آمنہ۔ تو جانتا ہے میں کچھ کہاں لائی ہوں۔

جو لین۔ جانتا ہوں۔ باغ رضوان کی سرکرائے لائی ہو۔

آمنہ نے پھر کہا یہاں توقف کیجئے۔ آپ کو کسی پوشیدہ جگہ غنی کئے دیتی ہوں۔ ممکن ہے
پاشا جاوے۔

یہ کہہ کر اُس نے پردہ کھینچ لیا۔ بولی آپ اُس کی اوٹ میں بیٹھیں۔ اگر کوئی شخص ادھر نکلے
تو پتھر کی صورت کی طرح دم بخود بیٹھ رہے گا۔

یہ کہہ کر آمنہ اسمیلیہ کے کمرے میں آئی اسمیلیہ کے تیسرے درجہ میں پلنگ پر اسے
کر رہی تھی۔ اور انتظار کر رہی تھی کہ خلیل کب آتا ہے۔ آمنہ کو تنہا دیکھ کر متوحش ہو گئی۔

پوچھا خبر تو ہے۔ آمنہ نے کل سرگزشت بیان کی۔ اسمیلیہ نے بتایا ہو کہ زبان کو حرکت دی۔
جانبش بھر سی بدست کوئی نہ ہوگی۔ دور ہو سیکے سامنے سے۔ جو لین کو اُس کے کمرے میں پہنچا دے۔

آمنہ۔ آپ تصور فرمائیے یہ آمد رفت کیسی خطرناک ہے۔

اسمیلیہ۔ کچھ پردہ نہیں میں جن انگاروں پر لوٹ رہی ہوں۔ اونہیں خلیل ہی گلزار بناوگا
انسوس وہ میرے لیے از حد ہیچین ہوگا۔ اُس نے میری خاطر لپیٹا سے محبت توڑ دی۔ تو جانا

اور کسی طرح میں سے غلیل لبس کو لے آ۔
 آمنہ۔ آپ ذرا غریب فرمائیں آپ کی غلیل طبیعت کا حال جو لین پر روشن ہے وہ حضور شکوہ
 ہو جائے گا۔ اُسے ٹھکر ہوگی۔
 کہاں اور کس لئے برائی ہوئی ہے اگر اُس کے لب سے کوئی لفظ نکل گیا تو کسی گزرے گی۔
 اسمعیلیہ۔ ہاں۔ یہ صحیح ہے۔ پھر کیا کیا جائے وہ خواہجوت جوان ہے۔ شیریں بوجان دیتا ہو
 آمنہ۔ ہاں۔ ہاں۔ یہ وہی جوان ہے جس کی وجاہت صباحت کے ڈٹکے بچے ہوئے ہیں۔ کیا وہ
 کسی طرح غلیل سے کم ہے۔
 اسمعیلیہ۔ فکر میں پڑ گئی۔ اسمعیلیہ ایسی عورت نہیں جس کا دل ایک کا ہو رہا ہو۔ اُس کا تو یہاں کر
 جان کوئی طرح حد ار جان نظر پڑا اُسی سے دل اٹھایا۔ حالانکہ اب تک اُسے غلیل کی محبت کا اب
 اس گرو سے موہکت کی طالب ہوگی۔ آمنہ سے کہا جا جو لین کو لے آ۔ ذرا دیکھوں گی کیا جوان ملو
 آمنہ۔ کیا آپ نے جشی سے استفسار کیا تھا
 اسمعیلیہ۔ ہاں دریافت کیا تھا۔ یہی وقت بتاؤں گی۔
 آمنہ۔ چھوٹے کمرے میں آئی۔ لیکن آتے ہی باہر کا دروازہ کھلا دیکھا پاشا آ رہا ہے۔
 پاشا۔ (آمنہ کے قریب پہنچ کر) خوب یاد آ رہا ہے۔ اپنی تلوار اسمعیلیہ کے کمرے میں
 چھوڑ گیا تھا۔ وہ گم ہو گئی۔ اسمعیلیہ قسم کھاتی ہے اُسے کچھ خبر نہیں ہو۔
 آمنہ۔ میں نے بھی تلاش کی تھی مگر ابھی تک سراغ نہیں لگا۔
 پاشا۔ تمک حرام غلاؤں کا کام ہے۔
 آمنہ۔ پیر مرشد۔ کسی غلام کی دیدہ دلیری ہے۔ ہر ایک کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ جہانک
 ہوگا۔ یہ کمین پتہ لگا لگی۔
 پاشا۔ میں تجھے افامہ دوں گا۔ یہ پرے آج کیون چھوٹے ہوئے ہیں۔ آج یونہی جس ہے۔
 پرے نے تو ادھر بھی ہوا بند کر دی۔
 یہ لکڑ پاشا اُس پرے کی طرف آیا۔ جہاں جو لین دیکھا ہوا تھا آمنہ نے کہا حضور یہ کیا کرتے
 ہیں۔ اسمعیلیہ کی طبیعت ناساز ہے۔ نہ کام کی شکایت ذرا سی ہو اور اب نتیجہ پیدا کرے گی۔ اسی لیے
 پرے چھوڑے گئے ہیں۔
 پاشا نے ہاتھ بٹھکی لیا۔ اور کہا شب کو تو راکھوں کے کمرے میں اسمعیلیہ کو کچھ شکایت تھی

آمنہ حضور خود جا کے دیکھ لیں۔ دیر سے خود شہر پہنچی ہیں۔
 یا شا۔ میں جاتا ہوں تو غلاموں سے کہہ دے اس وقت حاضر ہوں میں اُن سے تلوار کے بارے میں
 تفتیش کروں گا یہ لکھ یا شا نے اندر کا دروازہ کھولا۔
 اسمعیلیہ۔ پھر استقبال کیلئے آگے بڑھی اُس نے کان لگا کر یہ باتیں سن لی تھیں۔ سمجھ گئی تھی اُس نے
 کہیں جو لین کو چھپا دیا۔ یا شا کے چہرے پر غصہ کی بو تھی۔ وہ تلوار کے لیے براگندہ تھسا۔
 اسمعیلیہ کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ مرصع تلوار پولیس کمرے میں ہیں۔ اس لیے وہ فتنہ کھاتی رہی
 کہ خدا نخواستہ راز کھل جائیگا تو برسی کر کر ہی ہوگی۔ ہم سبھو گئی لاشیں؛ سفورس کے بان میں پڑی
 نظر آئیں گی۔ اسمعیلیہ ہوشیار تھی اس نے یا شا کو کچھ دار بانوں میں الجھا لیا۔

باب دسواں

ادھر آمنہ غلاموں کے پاس پہنچی تلوار گم ہو نیکا ماجرا سنا یا غلاموں کو کچھ پتا نہ تھا وہ کیا
 جانے تلوار کہاں گئی۔ یا شا کی آتش مزاجی معلوم تھی پھر اُن کے سب کے سب آمنہ کے ساتھ اسمعیلیہ کی دیر
 پر جمع ہوئے۔ ادھر اسمعیلیہ یا شا کے ساتھ محل سے برآمد ہوئی۔ غلاموں کو دیکھ کر بولی۔
 شومیر! آپ کا ذرا سا رنج مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ خدا جانے کیوں میری طبیعت ٹیٹھی جاتی ہے۔
 یا شا۔ بیگم کیوں نازک دل کو صدمہ دیتی ہو۔ میں ابھی معلوم کے لیتا ہوں۔ ابھی چور کا پتہ لگا جا آؤ
 بیگم۔ پردہ ہی اوٹ سے آمنہ کی باتیں سن چکی تھی۔
 جواب دیا چور کیوں کے کمرے سے پلٹتے ہی میرے جسم پر اردہ سا سوار ہو گیا۔ اتنی طبیعت
 بحال ہے۔

یا شا۔ وہ کمرہ بھی حسن خانہ ہو رہا ہے۔
 اسمعیلیہ۔ ہاں، ہاں سردی زیادہ ہے۔ اسمعیلیہ شوہر کا ماتم تھا مے اپنے کمرے میں بیٹائی۔
 پٹنگ پریسٹ رہی اسمعیلیہ سے باتوں میں راز دینا کی باتیں ہونے لگیں۔ اسمعیلیہ نے، تو میں
 ادھ لکھا یا کہ یا شا تفتیش کرنا بھول گیا۔ بلکہ باتیں کرتے کرتے اسمعیلیہ کے دست نازک پر سر رکھ کر
 بے خبر سو رہا۔ یا شا کے بے خبر ہونے پر اسمعیلیہ نے اپنا ہاتھ چپکے سے نکال کے ٹکٹہ کر رکھ دیا
 پٹنگ سے ادھی اور بے باؤن باہر آئی۔ اور جھانک کر باہر دیکھا۔ چھ دیوار آمنہ غلاموں کے ساتھ

کھڑی بائیں کر رہی۔ بچی اسماعیلیہ کمر جو لین کے کمر سے من آئی۔ اور لیون بڑا لکڑی دھڑکا اشارہ سے کیا۔ کمر ساتھ چلے آؤ۔ جوین پردہ سے باہر آیا۔ جوین کو دیکھ کر اسماعیلیہ بہت خوش ہوئی دل میں کہنے لگی اشارہ کیا خوش درو جان ہے۔ اس سے محبت ہوئی تو بہت لطف آئے گا۔ اسے من اسکی نگاہ جوین کی کمر پر پڑی قیمتی تلوار کمر سے لٹکی ہوئی تھی۔ جوین سے بولی یہ تلوار مجھے دیدیجئے۔ آپ باتا کی تند مزاجی جانتے ہیں تلوار دیکھے گا تو آگ ہو جائیگا۔

جو لین۔ مہات کیجئے تلوار زمین سے سکتا۔

اسماعیلیہ گریہ پاسوختہ کی طرح بلبلان لگی جواب دیا۔ ضرور دینا ہوگا۔

جو لین۔ جانتی ہو۔ اسوقت کس آفت میں گھرا ہوں۔

اسماعیلیہ۔ مگر میں تو آزاد آسے آپ کو کمر سے من پہونچا دوں گی۔

جو لین۔ آپ کے حکم سے انکار کب ہے۔ مگر بہت دیر بھی ہے تلوار سے کمر قبضے میں رہنے دیجئے جس مقام سے تلوار اٹھائی ہے۔ وہیں رکھ دی جائیگی۔ آپ کسی غلام سے اٹھو لیجئے۔

اسماعیلیہ۔ خیر۔ میرے ساتھ چلے آئیے۔ اس وقت ہماری اور آپ کی جانیں خطرے میں ہیں۔ اس لیے جو راہ میں اختیار کروں اُسی پر چلے چلے۔

جو لین۔ چلئے۔ آپ کے نقش قدم پر قدم رکھتا چلا جوں گا۔ اسماعیلیہ غلٹی فرشتے پر قدم رکھتی چلی

کھڑی ہوئی۔ جو لین بھی عقب میں ہولیا۔ کچھ دیر بعد اسماعیلیہ نے جو لین سے کہا آپ اسی مقام پر توقف کریں۔ اور خود بادشاہ کے پیچ کے پاس اس غرض سے گئی کہ دیکھ لے کہ بادشاہ کو خواب ہوا یا میرا

اُس نے دیکھا یا شاید ستورنفسد میں غرقاب ہے اُسے تن بدن کی خبر نہیں۔ اسماعیلیہ خوش خوش

پلٹ آئی۔ اور جو لین کو لئے آگے بڑھی۔ اُخردون کمر سے کی حد تک پہونچ گئے اسماعیلیہ ہستہ سے

پشت کا دروازہ کھول دیا۔ جو لین سے کہا آپ بے کھٹکے نکل جائیں۔ جو لین کو نکال دیا

برستورنبد کر دیا۔ جو لین ڈوڑھی سے آگے بڑھا اور کچھ دور جا کر اُس نے اپنے کو اُس راستے

میں پایا۔ جہاں بڑا لمبے روشن تھا۔ جو لین چونکا چاروں طرف دیکھتا بھالنا چلا جاتا تھا اتنے میں

دہ جشی آتا دکھائی دیا۔ لیکن یہ طلق نہ ڈرا کیونکہ خلیل نے سمجھا دیا تھا۔ جشی کی تلوار روشنی میں چمک

رہی تھی۔ جو لین نے بھی اپنی تلوار میان سے نکینچ لی۔ اور اتار دیا۔ اور ہوا۔

جشی۔ میان میں تلوار رکھ کر اگر آپ سے کہتا ہوں تو مہات کریں۔

مہات۔ اعلیٰ بادشاہ کے حکم سے لا آئے۔ دیتا ہے۔

جولین - کیا خرنے کا سانپ ہو۔ اور خرنے کا مار سیا ہو مجھے تیسے خرنے سے کوئی واسطہ نہیں۔ اطمینان رکھ۔

حبشی - خیر آپ شوق سے نکل جائیں میں روکتا نہیں۔

جولین - میں یہاں کی جو رنگیوں سے واقف نہیں۔ تو راستہ بتائے تو کام چلے۔

یہ سکر حبشی کے کان کھڑے ہوئے۔ اُس نے کہا۔ میں ادنی غلام ہوں۔ آگے چلا گستاخ ہو
میں نسبت پر رہوں گا۔ راستہ بتاؤں گا۔

جولین - (غیر آواز سے) میں حکم دیتا ہوں مجھے آگے چلنا ہو گا۔

حبشی - آپ تو آتے ہی مجھ پر برس پڑے کیا آپ مجھے دعا باز سمجھتے ہیں۔ میں تو فرمانبردار ہوں
آپ کے حکم کی بھلا سرتابی کر سکتا ہوں۔

جولین - تیسے کو تیسے تیری دعا بازی کے شاہد ہیں۔

حبشی کے چہرے پر کچھ کچھ غصے کی جھلک دکھائی پڑتی تھی۔ گردہ غصہ ہی گیا۔ آگے بڑھا
رنیزہ طے کرتے وقت جولین نے لکھی بار دیکھا کہ حبشی بار بار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ جولین
بھی بہت ہوشیار تھا کہ اتنے میں ایک شخص آنا نظر پڑا۔ یہ کون تھا۔ غلیل تھا۔ غلیل کو دیکھ کر
جولین ترسے اُچھل پڑا۔ اور حبشی ایک گوشے میں ٹھنک رہا۔

خلیل - (حبشی سے) میں تجھے بہت خرم نہ ہوں تو نے کل شب کی بات پر غروب پر درہ ڈالا۔ اور
اسی ہے اسی طرح تو جولین کے حالات پر بھی پردہ ڈالے رکھینگا۔ ورنہ تیری جان کی خبر نہیں۔

سیرت و زندگی سے اختیار میں ہے۔ یہ کہ خلیل نے حبشی کو دایس جانے کا حکم دیا۔ اور خود
جولین کو لیے ہوئے آگے بڑھا۔ خدا خدا کر کے اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ جولین نے اپنی تلوار
غلیل کو دیدی۔ اور ہاتھ ملا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جب ستون خلیل علی الصباح اپنے کمرے
سے جیل قیدی کرنے نکلا۔ کچھ آئندہ راستہ میں ٹھل رہی ہے۔ آئندہ تیونہ فون کی آگ میں کھڑی
تھی۔ جولین کو کس بھی اپنے کمرے سے براہِ مہرے۔ آئندہ تیونہ فون کو دیکھ کر جلتی ہوئی تیونہ
جوانوں نے بمبکل تمام یہ دن بسر کیا۔ جولین نے شب کی واردات کو کس سے نہیں کہی۔ شام کے
وقت تیونہ جوان اُسی کمرے میں طلب کئے گئے۔ جوان چھوکیاں پہلے ہی سے بونچھوکی تھیں
باز اسند سے ٹکڑا ہوا احمد کے دم مار رہا تھا۔ اسمیلیہ بھی نقاب پر روئے کہہ کے سہارے
ٹھنک تھی۔ غلیل نے قصہ جھڑپ دیا۔ یہ قصہ بہت دلچسپ اور بڑا تھا۔ شب کے ۲ بج گئے۔ کسی کو خبر

ہوئی پاشا نے گھبرا کر گھڑی دیکھی معلوم ہوا درج گئے۔ لوگ اپنے اپنے کمرے میں جانے لگے تھے اسماعیلیہ نے کہا۔ یہ قصہ کیا دل چسپا ہے اور مزید اسے دل چاہتا ہے اگلی زبان سے اور بھی قصہ سنوں۔

پاشا۔ خیر۔ تمہاری خاطر سے ان جوانوں کو دور دراز اور مقیم رکھوں گا۔ مگر سی شہر طبرہ یہ سب کچھ میں بند رہینگے۔

خلیل۔ پیر مرشد۔ کل اس سے بہترین قصہ سماعت فرمائیں گے۔

پاشا۔ کل سال کا آخری یوم ہے۔ اس لیے۔۔۔ ان سب کو ٹھہرا دینگا۔

پاشا کا دستور تھا سال کے آخری یوم ہر ایک جشن کیا کرتا تھا۔ جس میں سلطانہ کے بڑے بڑے امراء و روسا کی دعوت ہوتی تھی۔ ناچ رنگ کی تھلین گرم ہوتی تھیں اس جشن کا ذکر پاشا نے اسماعیلیہ سے کیا تھا۔

شب کے قین بجا جاتے تھے نیند کی خماری جھائی ہوئی تھی اس لیے سب اپنے اپنے کمرے میں گئے۔ پاشا نے اسماعیلیہ کے محل میں اسراحت فرمائی اس لیے آئینہ ظیل کو بلانے نہیں آئی۔

باب گیارہواں

آج سال کا آخری یوم ہے۔ پاشا کی خدمت میں خدشہ زلیخا حرم سرا کی دستاویزی بیٹی ہوئی اسماعیلیوں سے باتیں کر رہی ہے۔ اسماعیلیہ دوسرے کمرے میں کسی انشادین ڈوبی ہوئی مسری برنگن ہے۔

جولین۔ لوگ خلیل کے ساتھ شہر خج کیل ہے ہیں۔ پاشا دعوت کی تیاری میں مصروف رہو دوپہر کے وقت پاشا نے ایک رقعہ مطلقہ میں اپنے جلیہ خانے پر بھیجا بہت سے کاریگر مطلقہ سے آپونچے۔ باغ میں جا بجا کھیل تاشوں کی جھڑ ہوئی۔ جھوٹے چھوٹے خوبصورت ہنگے بھولوں سے سجائے گئے۔ میز کرسیاں لگا دی گئیں۔ زہر بن بقی میں عمدہ عمدہ میوے نفاست سے چن دیے گئے۔ پردہ چھ مغل اندام عورتیں محل کے درجوں میں بیٹھی ہوئی تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ آج اسماعیلیہ بھولی نہ سہائی تھی سمجھتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح آج خلوت میں نشست کا موقع ملے گا۔ اور خلیل سے گرم صحبت ہون لگی۔ باغورس کی سر ہوا میں غروب آفتاب کی قوت

دونوں کو گدگداتی ہوئی یہ رہی تھیں۔ خوبصورت مجسمے آراستہ پیراستہ خلیج باغ میں کے
بانی پر چکر لگا رہے تھے۔ جنس عظیم انسان امر اور کوسا کی نازک بدن خاتونیں سوار لطف ہمار
دیکھ رہی تھیں۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی آخر کل کشیدان لب ساحل خرام ہو گئیں
یہ صحن پر غلی فرش لگا ہوا تھا۔ دونوں جانب پھولوں کا کٹھن اہت خوشنمائی سے کھڑا کیا
گیا تھا۔ پراخمار و خون کی شاخوں میں روشن قندیلین عجب ہمارے رہی تھیں۔ بندکڑوں میں
و خون میں لگی ہوئی کیفیت دکھا رہی تھیں۔ چہرے تجھے پاشا اسماعیلیہ کے کمرے میں آگیا۔ اسماعیلیہ
کو دیکھ کر ناز و خسر دکھا دکھا کے مسکرائی۔

پاشا۔ میری دلربا۔ یہ کل سادہ سامان محض تیری تفریح کے لیے ہیں۔ اٹھ عمدہ نفیس پوشاک
زیب جسم کر۔ امر کی خاتون کی ہمانداری تجھے فرض ہے۔

پاشا اسماعیلیہ کو سمجھا بھکا کے خوشیوں کے کمرے میں آیا۔ اور کہا صاحبزادیو! ابھی تک
پوشاک بھی نہ بدلی۔ اٹھو۔ دعوت میں شیک ہونے کا سامان کرو۔ یہ خیال رکھو کہ آج چہرے
پر نقاب ضرور ہو۔ خلیل وغیرہ سے خبردار گفتگو کی نوبت نہ آئے۔ عیانی ابھی نہیں۔ بدنام
ہو جاؤ گی۔ اسیوں سے دو بد و گفتگو کرنا شیفتہ لوگوں کا کام نہیں۔

صاحبزادوں کو دعوت میں شیک ہونے کی ترغیب دیکر پاشا جو لین وغیرہ کے پاس آیا۔
اور بولا۔ دوستو! آج جشن نوروز ہے۔ دعوت دینے آیا ہوں امید کرنا ہوں تم لوگ وہ کام
کر دو گے جس سے بھری مٹھل میں میری رسوائی نہ ہو۔ یعنی اردو نوں کی طرح تم لوگ گناہ وغیرہ نہ کرو
ہو گے۔

بہرہ کس پاشا نے باغ میں قدم رنجہ فرمایا۔ کوس۔ جولین۔ خلیل تینوں دوستوں کو ہمراہ
لے گیا۔ گلزار۔ شیرین۔ زلیخا کو بھی وہاں طلب کر لیا۔ جب یہ تینوں خوب رو لین باغ میں آئیں
خلیل اور اس کے ہمراہی جولین۔ کوس بھی باغ میں گلشت کر رہے تھے۔ ہماروں کی سواری
اوترنے لگیں۔ یہ لوگ پیشوا کی کو گئے۔ کوئی نصف گھنٹہ میں تقریباً ۲۰۰ مہمانوں کا مجمع
باغ میں اتر پڑا۔

یہ وقت بہت ہی دلکش تھا۔ خیموں کے رنگین پرے بہاویں رہے تھے۔ خوشبودار
پھولوں کے ہار قندیلوں لائینوں کی ہزار نازک اندام گل پر بہن غنچہ دہنوں کی سرہئی آواز میں
بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ شام ہوتے ہی باغ بقیعہ نور بن گیا۔ ہمارا اب تک پرنس

چمنوں کی گلست میں صرف تھے اس وقت کرسون اور کوچن پر ٹمکن ہو گئے۔
 پاشا بھی کئی اہل اقدار سب کے ہمراہ بیٹھا شک کے دم اڑانے لگا۔ پر پچال عورتیں باغ کی
 خنسات کی دلدادہ چیل قدمی کرنے لگیں دس جولین کو گلزار اور شریں سے باتیں کرنے کا موقع مل گیا
 سیان خلیل اور زلیخا میں بھی عشقی و محبت کی نوک جھونک ہو نیکی۔
 خلیل - زلیخا سے کہیں بی اہلیہ نہ لکھتی ہوں۔

زلیخا کل حال جانتی تھی اس لیے وہ مسکراتی ہوئی دودھ پڑی چین کی بے کرنے لگی۔ خلیل نے
 دوسری طرف رخ کیا چند قدم پر دیکھا خاتون اہلیہ برق برقی پوشاک سے لمبوس چپے پر تھا۔
 نو تین عالیہ بین الابی دلی تقسیم کر رہی ہے۔ خلیل اس کی نظر بچا کر دوسری جانب لمبا بڑا وہ
 سدھا پاشا کے دیوان خانے کی طرف جا رہا تھا۔ اس راستے میں دونوں اطراف پر چھپتا ہے
 درخت بہار سے رہتے تھے۔ اس لیے اس مقام پر کسی قدر تاریکی بھائی ہوئی تھی۔

خلیل مجبور کسی فکر میں غلطان قدم زن تھا۔ اتنے میں دروازہ کشادہ ہو گیا صدرا محسوس ہوئی
 خلیل آواز سن کر کھڑا ہو رہا پھر کوئی آواز نہ آئی۔ کچھ دیر توقف کر کے آگے بڑھا۔
 ہیان پر بس رہی تھی اور راستہ بھی ڈھلوان تھا۔

خلیل دھالورا سے سے نیچے اترتا۔ ایک شخص اسی جانب بڑھتا نظر آیا۔ خلیل نے دیکھا
 یہ تو وہی حبشی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مسلم ہوا یہ راستہ محل کے تہ خانہ کے اندر موٹا ہو پورا
 دروازے تک نکل گیا ہے۔ حبشی کو دیکھتے ہی خلیل درخت کی اوٹ بیکر چھپ رہا۔ حبشی ایک
 شیعہ بن گھس کر شہر اب کی دو بولین اور بہت سے بیوے لے آیا۔ خلیل سمجھ گیا حبشی بیوہ
 اور شہر بجرانے گیا تھا۔ بکا ایک حبشی کی نگاہ خلیل پر پڑ گئی۔ وہ نیچے ہٹا۔ ہیان سے
 تفسیر کی گئی۔ خلیل بھی تفسیر پر نہ تان کر لولا۔ خبردار نہ مانقول کیا کرتا ہے۔

حبشی نے خوف زدہ ہو کر تلوار میان میں کر لی۔ اور کچھ جواب دیا جاہتا تھا دفعہ باغ
 میں شور غل سنائی دیا۔ خلیل شور کی طرف چھٹا دیکھا جوق جوق همان لب ساحل بھاگتے جا
 ہیں خلیل بھی بدحواس پریشان دورا۔ وہاں عجیب دل لگی دیکھنے میں آئی ایک بڑھا
 پاشا گنتی میں سوار ہونے وقت دریا میں گر پڑا۔ اور اس کے شور کرنے چیننے کی آواز سے
 تمام بدحواس دور بڑے۔ بڑھے پاشا کو غلام پھر تیجانی میں کود کر نکال لائے کچھ دیر
 ہنسی مذاق رہا۔ اس کے بعد کل همان پاشا سے رخصت ہوئے۔ باغ میں صرف شہر

پاشا کی طرف کیا۔ اسخیلہ زلیخا خلیل اور دونوں بڑائی رہ گئے۔ گیارہ بج چکے تھے پاشا بھی میٹھ گیا اور خلیل کی کمائی شروع ہوئی۔

باب باصوان

قصہ ختم ہوتے ہوتے بارہ بج گئے۔ سامعین خلیل کی ساری کے متعجب رہے۔ اسخیلہ پاشا کے قریب پہنچی ہوئی ہے اس کی نگاہیں زمین کی جانب جھکی ہوئی تھیں۔ پھر بھی نگاہیں خلیل کو دیکھ لیتی تھی۔

رات زیادہ آ جانے سے پاشا اٹھ کھڑا ہوا۔ دابین بایں۔ اسخیلہ اور زلیخا تھیں لوکس۔ جوین مہکلا نشپت برتھے۔ زلیخا اور خلیل سب کے پیچھے۔ پاشا محل میں داخل ہوا۔ خلیل نے لوکس کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر آہستہ سے کہا۔ کسی ترکیب سے آپ اپنا کمرہ جوین سے تبدیل کر لیں پھر اسی طرح جوین کو بھی سبق پڑھایا۔ اور کہا پاشا آج زیادہ نشے میں ہے کمرہ بدلنا مشکل نہیں۔

انرض سب لوگ اپنے اپنے کمرے کے پاس پہنچے۔ خلیل سب سے نصرت ہوا اپنے کمرے میں گیا۔ لوکس تیزی سے جوین کے کمرے میں ہو رہا۔ اور جوین لوکس کے کمرے میں پاشا نے اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ دروازہ بند کر کے چلتا ہوا۔

خلیل شہدان خالی پا کر دروازہ کھولا لوکس کے پاس آیا۔ اور کہا۔ دوست! جو کون اس پر عمل کیجئے۔

لوکس فرمایا۔ حکم کی تعمیل کی جائی گی۔

خلیل۔ آپ میرے کمرے میں جائیں۔ آئندہ آئیں گی۔ اس سے کہیں پاشا نے غلطی سے

خلیل کو دوسرے کمرے میں بند کر دیا ہے۔ اور اس بات کا بھی اظہار کر دین کہ مجھے لیڈی

اسخیلہ سے از حد متناس ہے اسے بطور انعام دو چار روپیہ دیدینا جب اسخیلہ کے پاس

ہو پوچھا اس سے کچھ ایسے بڑا کرنا کہ وہ آپ کی محنت کا دم بھرنے لگے اسے یقین ہو جائی

آپ کو گلزار سے دہشتی نہیں ہے۔

لوکس۔ بہت خوب۔ ایسا ہی ہوگا۔

خلیل - خبردار! تلوار ہاتھ سے نہ جانے پالے۔
 چاچا کو کس حب بہا بیت خلیل کے کمرے میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا۔ آمنہ آئی۔ سچا
 خلیل کے کوکس نظر پڑا۔ گھبرا گئی۔ کوکس نے پانچ سو روپے بطور انعام دیے اور کہا مجھے اسماعیلیہ کے
 پاس لے جاؤ گے آگے آگے آمنہ اور تیجھے تیجھے کوکس روانہ ہوا۔
 آمنہ - (کوکس سے) لیجئے حضور! آپ کا کام کر دیا۔ آپ جانے آپ کا کام جانے۔ دکرے
 کے پاس جا کر دروازہ کھلا ہے جلد جائیے اسماعیلیہ بگڑے تو بات نہ لینا۔
 کوکس سر نہ کر کے گئے تیس کمرے میں آیا۔ اسماعیلیہ مسہری پر بیٹھی ہوئی خلیل کا انتظار
 کر رہی تھی۔ کوکس کو دیکھتے ہی ابرو پر بل بڑھ گئے۔ نیوریاں بڑھ گئیں۔ مگر کوکس کی جوانی اور خوبصورتی
 ایسی نہ تھی کہ اس کے گدراے بدن میں بھر پوریاں نہ اٹھتی ہوں۔ اس لیے اس سے دل میں خیال
 کیا۔ خلیل نہ آیا نہ سہی۔ یہ بھی تو طرح دار جوان ہے۔ آج کی شب اسی گہرے سے کام دل
 بچاؤنگی۔

کوکس - معزز خاتون! شاید غلطی سے آج مجھے پاشا نے خلیل کے کمرے میں بند کر دیا۔
 اسماعیلیہ - اشارہ کیسے نہ بنے جانے ہو۔ جانتے نہیں کہ کمرے میں بند ہو کر
 کس آنے سے کیا چال چلی ہے۔
 کوکس - یہ صحیح ہے۔ مگر عشق و محبت کے مارے سے کہیں درجہ بڑھ چکا ہے۔ اس کے
 لیے تو عشق کی خاک پاؤں پر نہ لگتی ہے۔
 اسماعیلیہ - (زیر لب خندہ کر کے) تو آپ کا آنا آپ کی بیٹیابی تصور کیا جاوے یا پاشا کی
 غلطی۔

کوکس - پاشا کی غلطی اور میری بیٹیابی۔ پاشا نشے میں تھا۔ مجھے اس کمرے میں بند
 کر گیا۔ کچھ دیر بعد آمنہ آئی اور مجھے دیکھ کر واپس جانا چاہتی تھی۔ میں تو آپ پر ہنس رہا ہوں
 خاصا ضبط نہ ہو سکا۔ آمنہ کے تیجھے سایہ کی طرح ہمارا ڈلیا۔ پیاری دلربا! سچ کہتا ہوں میں
 گلزارِ برجان دیتا تھا مگر جب سے تمہاری بھولی شکل دیکھی تیسرے محبت کیلچے میں ترار ہو
 ہو گیا۔ قسم کھالی بجز تمہاری اور کسی سے محبت نہ کرونگا۔

تہن برجان جاتی ہو تھیں پردہ نکلتا ہے
 اسماعیلیہ کچھ دیر تک کسی گہری فکر میں غرق رہی اس سے اس بات پر ناراض گیا کہ میری

اس لئے وہ بہت ہی فرم دہ جیبا ط سے چاروں طرف دیکھتا بھاتا چلا جاتا تھا۔ آخر وہ جیشی کمرے پر پہنچ گیا۔ دروازہ کشادہ تھا اور جیشی لمبی تانے بیچیب سو رہا تھا شراب کی خالی بوتلیں ادھر ادھر بڑی بھین۔ خالی ظروف بھی ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے۔ تلوار گوشے میں رکھی ہوئی تھی۔ لوگس اُسے سونا چھو کر دودم اور آگے بڑھا تھا دیکھا ایک خوشرو جوان رب رب کرنا سامنے آ رہا ہے۔ لوگس نے پہچان لیا میان خلیل ہیں۔ دونوں بڑھکے ہاتھ ملائے۔ لوگس نے کل شب کی کیفیت ظاہر کر دی۔ خلیل جیشی کے کمرے کی جانب بڑھا۔ اور لوگس نے کہا۔ آپ بھی ہمراہ رہیے۔ دونوں اُس کمرے میں پہنچے۔ خلیل نے تلوار جیشی کی گردن پر رکھ دی اور زور سے اُس کا سر پکڑ کر جیشی نے لگا۔ جیشی نے آنکھ کھول دی۔ دیکھا خلیل ملک الموت کی طرح گردن پر سوار ہے۔

خلیل۔ بدبخت کیئے! اسوقت میری موت دزدنگی سے کھراستار میں ہے۔
جیشی۔ ابکو دیکھ کر سنسی آتی ہے۔ مگر نہیں جانتا آپ کی مراد کیا ہے۔ کیون مجھ کا کردہ گناہ بڑھکے ہو رہا ہے۔

خلیل۔ اٹھ۔ جو حکم دون تعمیل کر۔
جیشی اٹھ کھڑا ہوا۔ جبران و شجر لوگس کا ہنستا کتا رہا خلیل نے بشر صیون کی طرف اشارہ کیا۔ جیشی آگے بڑھا یہ دونوں کشت پر ہو گئے۔ زمین طے کرتے ہوئے یہ لوگس اُس مقوس بھاگ کر پہنچے جو سطح زمین پر بڑھا ہوا تھا۔ جیشی بہ ہکا جشتم خلیل کی طرف نظر ڈال رہا تھا اُس کی خواہش تھی خلیل نذر آدم لیکر میرا حال نذر سن لے۔ اس مقام سے ایک راستہ صاف باغ نکل گیا ہے۔

خلیل۔ اس دروازے کی کنجی میرے حوالہ کر۔
جیشی۔ لیجئے۔ حاضر ہے۔ پاشا کی طلبی پر کیا جواب دون گا۔
خلیل۔ کہہ دینا کم ہو گئی۔ اور نو گھبراؤ کیون میں جواب دے لوں گا۔
جیشی۔ نہیں حضور۔ ساری جواب دہی میرے سر ہے۔ کنجی دیدینا مفت اپنی جان زحمت میں بھانا ہے۔

خلیل۔ تمہاری جان کا خاصا من ہوں۔ اطمینان رکھو بہ مگر خلیل نے زبردستی کنجی ہاتھ سے لپی۔ اور کہا اس طرح حکم مانا جاتا ہے۔

جیشی۔ آپ کا برتاؤ بہت سخت ہے۔

خلیل۔ بس زیادہ کب کب کی ضرورت نہیں۔

جیشی بھرا ہوا تھا۔ جسم پر لڑھ سوار تھا۔ خلیل نے کہا کیوں ہول کھا رہا ہے کہ تو دبا ساری ذمہ داری میسر کر رہے۔

جیشی کو ان باتوں سے بھروسا ہو گیا۔ خلیل نے دروازہ کی جانب اشارہ کیا اسی دروازے سے باغ کو راستہ مل گیا تھا اس دروازہ میں اتنی کیل لگے ہی تھی۔ سطح زمین سے بڑا ہوا تھا۔ جیشی نے کیل زور سے دہائی۔ کیل ایک لہجہ اندر کی جانب پیوست ہو گئی۔ اب اس نے جھک کر اسماعیلیہ کے کمرے کا دروازہ کھلا جس کی آواز نے ان سب کو چونکا دیا۔

جیشی۔ بگھر اگر پاشا آتا ہے۔

اسنے میں پاشا کو اسماعیلیہ سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ پیاری اجڑا خواب دیکھا اس سے سخت پریشان ہوں۔ میرا دل بول رہا ہے خزانے پر کوئی نہ کوئی آفت آگئی۔ چلو خزانہ دیکھ لیں خلیل نے باریک آواز سے جیشی کے کان میں کہا۔ جس طرح مدادہ بند تھا بند کر دے اور کچھ خوف نہ کھا۔ تیری جان میسر اختیار میں ہے۔ بچھس بھروسہ رکھ۔ اور میسر حکم پر عمل کر۔

یہ مکمل خلیل کو کس کو ساتھ لے آگے بڑھا۔ جیشی نے دروازہ کھینچ کر دروازہ بند کر دیا۔ ادھر اسماعیلیہ نے پاشا سے کہا خزانے سے اطمینان رہے سرور جیشی ایماندار آدمی ہو۔ پاشا۔ میں ضرور خارج کروں گا۔

یہ مکمل پاشا آگے بڑھا۔ اسماعیلیہ پیچھے ہوئی۔ سرور جیشی بہر استقبال آگے بڑھا۔ پاشا باغ پوچھا۔ تیری لوار ارکمان ہو۔ سرور نے معافی مانگی عرض کیا میری گھر میں ہے۔ اسماعیلیہ نے اس کی سفارش کی پاشا لوار اتانے جیشی کے کمرے میں آیا۔ دیکھا شہر اب کی تو لیں خالی لٹا تھکی ہوئی ہیں۔ جھوٹے ترین پڑے ہوئے ہیں۔ پاشا نے کہا یہ نابکار ضرور باغ میں گیا اور چڑھن چوری کر لایا۔ سرور نے سہمی نگاہ سے اسماعیلیہ کی طرف دیکھا اور پاشا کے قدموں پر گر پڑا۔ اسماعیلیہ نے پاشا سے کہا۔ آئندہ روز اس کا کھانا دے جاتی ہے۔ تعجب نہیں یہ چیز میں دہی دے گئی

پاشا۔ اگر یہ حرکت آئندہ کی ہو تو اسے سزا ملنی چاہیے۔ مگر سرور شرابی ہو گیا۔

اسٹیلیہ (رم آواز سے) سچ تو یہ ہے میں نے بھی بارہا دو ایک جام شراب کے پلانچے میں۔
 پاشا۔ کیا نہیں کرنا چاہیے خیر تیری ہرانی تھی۔ قصور اس کا تھا کہ اُس نے شراب لینے سے
 انکار نہیں کیا۔ مطلقاً یہ بھیج کر اس غلام کو فروخت کر ڈالو لنگا۔

پاشا نے سرور سے کچھ طلب کی سرور۔ پاشا کے قدموں سے سر نہیں اٹھاتا۔ نہ جواب دیتا ہو
 اسٹیلیہ بولی سرور! تو کچھ سنتا ہو۔ کچھ دیدے اور معافی مانگ۔

حبشی۔ (آواز سے) کچھ کم ہو گئی۔
 اسٹیلیہ۔ شاید نقشے میں کہیں گر گئی۔

پاشا۔ ادب قیید حیلہ تلاش کرتے۔
 سرور۔ حضور! تلاش کرتے کرتے عاجز ہو گیا۔ ملتی نہیں۔

پاشا۔ طیش میں بھر کر تلوار اٹھینچ لی۔ اسٹیلیہ نے ہاتھ روک لیا اور کہا۔ میرے دربار
 عوض نہ لیجئے۔ پاشا تلوار چھبکالی۔ اور سرور سے کہا۔ ابھی جلا دوں کو بھیجا ہوں تیرا کام
 تمام کر دیں گے۔

اسٹیلیہ نے پھر غارش کر۔ یہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔ اسے کچھ دقت دیدیجئے۔
 جب ہوش و حواس سجا ہوں گے کچھ تلاش کر لیگا۔

پاشا۔ خیر تمہاری سفارش سے وقت۔ تیار ہوں۔ (سرور سے) یہ یاد رکھو اگر تو نے صاف
 صاف کیفیت نہ بیان کی تو تیری لائبریا سفورس کی ٹیپلیوں کی خواہش ابھی جا لگی۔

پاشا ہاتھ مکرے سے بھلا۔ فضل لگا دیا۔ اسٹیلیہ سے بولا جب تک خزانہ نہ ملاحظہ کر لو لنگا
 منبہ نہ لگی۔

خلیل کو کس زینے پر دیکھتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ خلیل نے جب خزانے کا نام سنا
 تو زینے سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ اسٹیلیہ زین میں گرے ہوئے گولہ رواڑہ کنگ ٹھٹھکی۔

پاشا نے آنکھیں کھلی دہائی۔ اور رواڑہ کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ اس وقت اسٹیلیہ کے جبکہ
 کارنگ بالک تنہا تھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر پاشا کو اُس غار میں دستک دینے کا ارادہ کر رہی تھی۔

خیال چاہتا تھا پاشا کو ہوشیار کر دے۔ اسنے میں پاشا خردن کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا اللہ کا شکر
 خزانہ بہتر ہے جو دیکھنے کوئی نقصان نہیں ہے۔ سنہ سلیہ بھی ہوشیار ہو گئی نہ تمہیں بھی
 کر لیں۔ اور سرور سے دی بھولا بن بھلا ہونے لگا دل تباہ کرنے پر مستعد دروازہ بند کر دیا۔

اسیلیہ سے کہا۔ اب چلو اور آکرین۔

جب خلیل نے دیکھا یا شا اور اسیلیہ کہ سے داخل ہو گئے۔ کو کس سے کہا۔ آجکی واردات جو میں سے مت کہنا اور بھڑکتے آگے گھر سے تک پہنچا دیا۔ دروازہ بند کر کے دوسری یا اور حبشی کی کچی سے اس نے دروازہ کھولا۔ جو باغ کی جانب تھی۔ خلیل نے باغ کی طرف نظر دوڑائی۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔ خلیل آگے بڑھا کچھ اور آگے بڑھا کس سے جیب سے ایک چھوٹا سا گولی جس نکالا اس سے کھولا وہ بھڑکتے چوتھے دو تینہ کھٹے۔ نیلیں ایک تان کر پھینکا وہ مثل نذر و نق کی گولی ہو کر اسین بنا تا ہوا اور کل کا زمین پر گر اور پھٹ گیا۔ آواز کے ساتھ ہی دھواں اٹھ گیا۔ کچھ منٹ بعد ایک جانب سے ایک آگس تینہ سہرا۔ وہ حبشی تھے نظر پڑا۔ جب خلیل کے نزدیک پہنچا سلام کیا۔ غصہ ہانپنے اپنے ساتھ چلنے کا اٹھا۔ دیا اور بھڑکی چور۔ دوازے سے ہو کر سرور حبشی کے کمرے پر پہنچ گیا۔ سرور نے کہا۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ ضرورت کے وقت مجھے مدد دے گا۔ تو تم نہ کہتی تھی کہ بابت یہ جواب نہیں دے سکتا۔ اگر تو نے بیان قیام کیا تو لا محالہ تیری جان کا خطبہ دے دیتا۔ یہ سب یہاں مومن کے ہمدرد بھاگ جا رہے تھے غور و فکر کے ساتھ جہان تو اطمینان سے بخیر و امانیت مقیم رہتا۔

یہ سرور اس آدمی سے ہمہ گیر یا جس کے ساتھ دونوں بی بی غلام بھی تھے۔ درحقیقت یہ شخص خلیل کا املازم تھا۔ نام صادق تھا۔ ہمارے یہاں طریقہ تعجب مومن کے یہ لازم کیونکر بعد نیچا یہ بیان کا باعث شدہ ہو رہی ہیں۔ حیرت میں سے کیا بات نکلے گی کہ بہت اڑنا بیوی اور نیراس سے بھرا آگاہی دے دینا پس نظر میں آ کر ہے۔

سرور نے غلام صادق سے کہا۔ آج کے صاف ہے۔ آج کے صاف ہے۔ کان میں آگاہی ہے کہ جسے حبشی سمجھ نہ سکا۔ صادق سب چور۔ آواز کے پاس پہنچا آیا۔ اور دروازہ اندر سے بند کر لیا اور اسیلیہ یا شا کو کچھ خواہش سمجھ کر پتہ سے اوجھل۔ حبشی کے کمرے میں آئی دیکھا دروازہ کھلا ہے۔ حبشی کا تہہ نہیں۔ اسیلیہ غور میں پڑ گئی۔ دروازہ کس نے کھولا۔ سرور کا ان غائب کیا۔ لیکن جو آواز کی کارروائی ہو۔ مگر شب کی باتوں سے بالکل وہ واقف نہیں۔ کسی فکر میں غلطان اپنے کمرے میں دبیں آئی۔ یا شا کے پاس لیٹ رہی۔ پھر اسے شب بھر نیند نہیں آئی۔ درگھٹنے کے بعد یا شا اوٹھا۔ صبح ہو گئی تھی۔ یا شا بولا اس وقت سرور نے سے نیچے کی بابت باز پرس کرونگا۔ اس کے بعد یا شا حوائج مدد سے فلاح ہو کر چلتا ہوا۔

ادھر اسماعیلیہ نے آمنہ کو طلب کیا اور اس سے حبشی کے روپوش ہو جانے کی کیفیت پوچھی وہ بے چاری کیا جانے۔ اس نے کہا یہ کام انسان کا نہیں، کسی شیطان دیوتا کا ہے۔ اسماعیلیہ بغیر جانے دو بجے کپڑے پہنا دیے۔ پاشا آتا ہوا کہ اسے بین حشی غلام ساتھ آئے پاشا آیا اور اسماعیلیہ سے بولا سیکر ساتھ چلو رات کی باتیں یاد ہیں۔

اسماعیلیہ۔ میں اس ہی لیے اسکی سفارش کی تھی۔ کہ اسوقت وہ صاف جواب نہ دیکھا۔ اگر شافی جواب نہ دے سکا تو ضرور سزا بآب ہوگا۔

پاشا باہر سے نکلا۔ آمنہ بھی ساتھ ہوئی۔ بڑھکے فغلی بردہ کھٹایا۔ پاشا۔ اسماعیلیہ۔ آمنہ جیون ہستیاں سرور کی کوٹھری کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ اسماعیلیہ نے اول حبشی کے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا اب کھولا۔ پاشا نے حبشی کو آواز دی۔ سرور جلد نکل اور پاشا جواب دے۔

آمنہ۔ (دلی آواز میں) بڑا تک حرم غلام ہے نہ باہر نکلتا ہے نہ جواب دیتا ہو۔ پاشا نے اپنے ہمراہی دوست سے حبشی کو اشارہ کیا وہ سرور کو اندر لے گئے۔ دو فون حبشی اندر جا کر ادھر ادھر نظر پھینکے لگے پاشا بھی طیش میں بھرا ہوا اندر گھس آیا۔ حبشی کا تہ نہ تھا آمنہ اور اسماعیلیہ بھی ایک دوسرے کا منہ حیرت سے دیکھنے لگیں۔ اسماعیلیہ۔ یہ کسی ساتر کا کام ہے۔

آمنہ۔ نہیں، یہ وہی کسی دیوتا کا کھتہ ہے۔

پاشا۔ والد کسی و غلاباز معتمد کا جاں بھلا ایسا ہے یہ کہہ کر پاشا شمشیر آبدار بلند کر کے کمرے سے باہر آیا۔ اسماعیلیہ نے الفت سے گردن میں ہاتھ حایل کر دیے۔ اور کہا۔ آپ کا خیال کس پر تک کھاتا ہے کس کے ساتھ سرور بھاگ گیا۔

پاشا۔ میں نہیں سمجھتا کس کا کام ہے۔

پھر پاشا نیچے اتر آیا۔ باغ کا دروازہ بدستور بند پایا۔ آمنہ اور دونوں حبشیوں سے کھسک جانے کا اشارہ کیا۔ جب تھائی ہوئی پاشا نے دروازہ کھولا۔ اور جھپک کر خزانہ دیکھا۔ کوئی بات خلدن قرینہ نہیں دیکھی۔ اسی نے کسی طرح کا تنگ نہ ہوا۔ پاشا نے دروازہ بند کر دیا۔ اسماعیلیہ سے کہا۔ شاید یہ کام خلیل وغیرہ کا ہو۔ کیونکہ ان سب کے کمرے قریب ہیں

اسمعیلیہ سرگرم چور دروازہ سے تو اوقت نمین۔ اور سرور کو بھگا دینے سے اس کا
 ڈانڈہ ہی کیا تھا۔

پاشا۔ مگر بہن صاحبہ جرات و شوکت اور پھر نسیں خاندان معلوم ہوتے ہیں۔
 اسمعیلیہ۔ آخر تک ہنس کر رہے۔ جیو اس وقت باسورس کی سیر کریں۔
 پاشا نے منظور کیا اور بجائے سردمر کے دوسرا منشی خزانے کے پاس سے بفر گیا۔
 اسمعیلیہ کی آوارگی اور اس کی حرکتوں سے بالکل نااہل تھا۔
 اسمعیلیہ بہت ہی خوش تھی۔ کہ دربار کی سبیر میں غلیل وغیرہ سے باتیں کرنے کا موقع ہاتھ
 آئے گا۔

باب چودھواں

اسی وقت انتظام ہو گیا۔ پاشا اسمعیلیہ۔ گلند۔ شیرین۔ زلیخا۔ غلیل۔ جولین۔ لوکس
 وغیرہ کو ہمراہ لئے پڑے کمرے میں آیا۔

پاشا۔ (غلیل وغیرہ سے) اس وقت باسورس کی سیر کا ارادہ ہے مگر مناسب ہو گا کہ مکان سے
 آپ کشتی پر سوار ہوں کیونکہ دنیا کی نگاہیں بڑی تیز ہیں۔ دکھڑکی سے سر نہ نکالو اور دیکھنے
 لوگ گفتگوں پر سوار ہو رہے ہیں۔ آپ بھی چلے جائیں۔ میں سرگاہ میں ہوں چکر سوار کی کے لیے
 دوسری کشتی تیار کرادینگا۔ آپ اوپر سوار ہو کر سیر کیجئے گا۔

تینوں دوستوں نے پاشا کا شکر ادا کیا۔ اور وہاں سے باغ میں آئے۔ غلیل نے اپنے
 ہمراہی دوستوں سے کہا کہ آپ عقب سے چلیں۔ میں آتا ہوں۔ لوکس۔ جولین۔ آگے بڑھ گئے
 اور غلیل اس مقام کی طرف راہی ہوا۔ جان گولا بھینکا تھا۔ اور اپنے ملازم صادق کو طلب کیا
 تھا۔ غلیل چند قدم بڑھا تھا کہ سامنے سے صادق نظر پڑا۔ اس وقت صادق کے چہرے پر
 زیادہ دھت بڑھ ہی تھی۔ غلیل نے پوچھا۔ کیوں خیر تو آؤ دو بولا۔ میں ان باپ بھائی بہن خیر ہیں
 تو بہن۔ مگر غلام سے ایک قصو ہو گیا ہے۔ اس سیاہ فام حبشی کی رسانی قلمہ تک نہوسکی۔ وہ قاتل
 میرے دو نوں ہمارے ہوں کو مار کر چھپت ہو گیا۔ میں نے اس کا علیہ تسلط علیہ کے پڑی ہو کون
 میں تحریر کرادیا ہے امید ہے کہ جلد گرفتار ہوا آئے۔

شان دکھا رہی تھیں۔ میں نے نہایت خوبصورتی سے اس کی تعریف کی۔ اس نے
 بیچ میں توارہ چھڑا کر اسے چادر میں لپیٹ لیا۔ اس کے چاہا ہی رہا تھا۔
 خلیل نے دیکھا ایک تپن کے ارد گرد، خوبصورت پرہیزگار کا غنیمت بیٹھا ہوا، وہی رشتائی وزیری
 کی بہادر دکھا رہا ہے یہ سب جن سے بولتے کھلوانے کسی شفیق رشتہ دار کی لیدر بال تھیں خلیل نے
 دیکھتے ہی سب جھجک پڑیں۔ اور چاہتی تھیں اپنے اپنے کمین چرون پر تار ڈالیں۔ ادھر
 خلیل کے چہرے کی وجہ سے ہی ایسی نہ تھی کہ کوئی حیا دار اور شہسوار کی نگاہ سے ڈرے۔ وہی خلیل
 اسکے باکین دیکھنے کی خواہش نہ نہاد۔ خلیل ان توارہ چھڑوں کی بالی جان آ، دیکھ کر کھل گیا
 ہو گیا کہ اسے چھڑی جبر نہ تھی۔ اتنے میں اس نے نگاہ سے ہر کسی کی بہ پڑی کوئی نکتہ نظر آئی
 خلیل تو رمان کر بے نیاز لپکا۔ خلیل کی کیفیت دیکھ کر تپن کی شہسوار نے سب جبریت طاری
 ہو گئی۔ یہ معاملہ کیا ہے۔ اور یہ جوان ہے کون۔ تپن نے کہا کیا۔ اس نے اس کی بات سے
 ہونچا دیکھا یہ دسی شخص ہے جسے ابدا میں دیکھا تھا وہ شخص خلیل کو دیکھا تھا جاکا۔ اور خلیل اس کے
 متعجب دو آنکھوں پر یہی کیفیت رہی یہ بدال دہی سرور تھی کہ اسے اس وقت کے ہر آدمی کو مثل
 کر گئے سب کا بات تھا

جس بارش میں اس وقت خلیل سا گزرے۔ اس کا ایک حصہ نیچے باسفورس کی موجوں سے
 بکرا رہا ہے۔ جتنی اتنی عورت سے دوڑ لگا رہا تھا گویا مند ہوا پر وار ہے۔ زمین پر قدم نہ پڑتے
 تھے۔ خلیل بھی سارے کی طرح ہمارا تھا۔ سرور تپن نے دیکھا جان بچے نظر نہیں آتی۔ چاہا دیا
 میں کو دیکھے۔ خلیل نے تاروی خبردار ایسی حرکت کرنا میں تو ہی جان کا نواہن نہیں
 سرور نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ باسفورس میں کود کر چادر آب سب پر ڈال لی۔ خلیل ساحل پر
 کھڑا ہوا اس نیت سے کاش سرور نے تو میں بھی کو دیکھ کر دیا کی موج میں ساکن ہو گئیں۔
 سرور نے میرے نکال۔ خلیل کو فکر ہوئی اب تو میں کسی پتھر سے ٹکرا کر جان بحق تسلیم ہو گیا
 خلیل نے اپنی تلوار میان میں کر لی۔ چاہتا تھا پلٹ پڑے۔ اتنے میں پتھر سوار شفیق بڑے علم کے
 خلیل کی جانب بڑھتے نظر آئے۔

یہ سوار قریب قریب بیٹے نظر آئے ان سب کا ہنس تھا آگے بڑھا سکی رہا کہ تپن بھی
 چہرہ پر غنیمت و غنیمت کے آثار نمایاں تھے۔ اور انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہایت بد روغ
 اور سنگدل ہے۔ خلیل نے اتنی کچھ پوچھا کہ وہ کی سمجھ گیا اس چنبی باغ میں جانے اور حورا کو کھو

گھوڑے کی سزا دینے آیا ہے۔

خیل نے سر پہ بادا باد لنگر تقدیم کی اور قریب پہنچ کر بیباکی سے بوجھا۔ کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے دیدہ و دلستہ غلطی نہیں کی۔ صاف کسے دیتا ہوں۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتے اس وقت مجھ کس عداوت سے باتیں کرنے کا فخر حاصل ہے۔

امیر۔ میں دلی باشا ہوں۔ کو کیا کہا جاتے ہو۔

خیل۔ میرے خیال میں آپ مصلحتیہ کے کوئی مشہور جنرل ہیں۔

یہ کہہ خیل نے باغ میں جانا۔ کیتھرون پر نگاہ ڈالنا سرور کے دنبال میں روانہ ہوتا۔ باغسورس کے ساحل تک پہنچا۔ کل کیفیت بالقرع بیان کر دی۔

رامی پاشا۔ یہ کل باتیں قابل اعتبار ہیں۔ میں نے بھی حبشی کے دنبال میں دوڑتے مکھو دیکھا تھا تمہارا فعل اچھا نہ تھا۔ خیر تم اپنے نام اور پتے سے آگاہ کرو۔

خیل۔ میں دو ایک لفظ تمہاری مین گوشتنار کر کیا جاتا ہوں پاشا نے منظور کیا۔ خیل نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ اور ساتھ ہی وہ انگلی اپنے لبوں پر رکھی جس میں کسی انگلیتھی اپنی شان دکھا رہی تھی۔

پاشا طلسمی انگٹری اور خیل کی بات سے حیرت چھا گئی۔

خیل نے کہا۔ اب زیادہ گفتگو کا وقت نہیں ہے۔ تو معہ سواروں کے واپس جا اور میں جو ہدایت کی ہے اس پر عمل کر خبردار میری بات کا اظہار نمونے پائے۔ یہ لیکے خیل دیان سے کھسک آیا۔ اور اس جگہ پہنچا جہاں دل تابان۔ زلیخا۔ اسمعیلیہ شیریں گلنار۔ لوکس جلین وغیرہ دانو توڑے بیٹھے تھے۔

خیل نے آنے ہی سب کی بے حسنی سادی آن سے کمدیا ان ٹیٹون میں ایک لٹریا سیاہ گڈلی مالے بیٹھا تھا۔ میں نے دوڑ کر مارنا چاہا۔

اسمعیلیہ گلنار شیریں از درخو خوار سے نام سے تھرا گئیں۔ گز لینا ناؤ گئی اصل بات کچھ اور ہی ہے۔

پاشا۔ پھر کیا ہوا۔

خیل۔ بانی میں غوطہ لگوا لیا۔

اسمعیلیہ۔ یہ خطرناک مقام ہے۔ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

پاشا نے مزاح کو حکم پاشا کے پاس سے گزرتا ہوا دیکھا۔

باب پندرہم

کشتی چارہ آب پر چلی جاتی تھی۔ تینوں ہیران پاشا کے سامنے پہنچے۔ پاشا نے دیکھا کہ ایک خوشنما باغ کے کنارے پہنچی اس بارش میں ایک خوبصورت گلابی باغ تھا۔ پاشا اور اس سے باہر بڑھ گیا تھا۔ اس باغ کی طرف سے ایک کھیت پر مایہ سادہ سے اہمیت جو نکلا کھا ہے۔ کشتی کے سر کے حرم میں دو اردن کے چارہ آب سے پانی سے مشیت ہو جاتی ہے۔ طرح برس رہے تھے۔ ہیرا ہوں کا شوق دیکھ کر پاشا کے امانیہ سے کشتی کو مایہ سادہ سے سواریاں اور شیریں ایک سلام پاشا کا فرشتہ ایک کشتی پر لیا۔ مذہبوت چھوٹے چہرے نے بھیہ میں آدم سے بچکر حقہ پیئے لگا اور سب سے بولے۔ تم کو میرا کر آؤ۔ پاشا نے نیل کے شام سے یہ کر دیا۔ اور کہا۔ میں تمارے آفتاب میں سیر کرنے سے جاؤنگی۔ رنجار کہ ہیں اور سب پاشا کی سیر کرنے لگے۔ اسماعیلیہ گلاب اور شیریں نے چہرہ ان پر نقاب ڈال دیا۔ اور تینوں کو انوں سے آگے بڑھ گئے۔ جب گلابان درختوں کے جھڑپ میں پہنچی اور پاشا کی نگاہوں سے یہ دور ہو گئے۔ پاشا نے اسماعیلیہ نیل کو سنے ہوئے دوسرے بڑی پر ہڈ رہا۔ نیل نے اسی خیال سے فریاد کو مانی سے رک کر باقی اسماعیلیہ کو بات کرنے کا موقع ملا۔ گلزار اور شیریں نے بھی اپنے اپنے پندرہ راہوں سے دلی راہان نکالے۔ اسماعیلیہ اور فیض مندی کی ٹیوں میں دیکھ بیٹھے تھے اسماعیلیہ نے نقاب چھپنے سے اوتا کر سیدہ کھدی اور پیار سے غیل کی طرف نظر ڈال کر کہا۔ دلبر جانی۔ ہا مرانی برآں۔ میرے منصوبے پر سے ہو گئے۔ میں سمجھتی تھی اس سیر میں مجھ سے ملنے کا موقع نہ ملے گا۔ سہم سب بہت کچھ کہنا ہے۔ غیل نے جواب دیا۔ دلبر ہا اسیری بھی ہی خواہش ہے۔ اسماعیلیہ نے فرط جوش سے غیل کو سنے سے لگا لیا۔ اور یہاں ہو کر پوچھا۔

کیا دراصل تو مجھ سے پیار کرنا ہے؟ غیل نے کہا۔ کیا تجھے خیال نہیں ہے کہ دنیا سے کس طرح میں نے آنکھ پھیر لی ہے؟

اسماعیلیہ۔ ضرور ضرور میں خوب سمجھتی ہوں کیا تو نہیں جانتا کہ اپنے غافلانہ ہر کلام سے محبت کی بوجھ لٹی نکلتی ہے۔ پیار سے۔ آتیرا علوہ رہنا مجھے بہت شاق گذرتا ہے۔ دل چاہتا ہوں

ہر گھڑی ہر ساعت تیرے سینے سے چبٹی رہوں۔
 زلیخا۔ یہ ممکن نہیں۔

اسٹیلیئم۔ ممکن کیوں نہیں۔ کیا تمھارے پاس دولت نہیں ہے خدا نے سب کچھ دیا ہے بھوکھیاں
 ہر اس ہے۔ تمھارے پاس میں بہت آرام سے رہوں گی۔

خلیل۔ اس وجہ سے نہیں۔ کوئی دوسرا ہی سبب ہو۔

اسٹیلیئم۔ سمجھ گئی مگر یاد رکھو میں کسی کے تابع میں نہیں۔ پیارے خلیل؟
 شوہر کبھی اپنی عورت کا خیال نہیں رکھتے۔ اپنی عورتوں کو طعنے بند کر دیتے ہیں اور خود
 دوسری عورتوں سے نکل جیسے کر اڑاتے رہتے ہیں۔ اور یہ دجہ ہے پاشا سے اور تمہارے
 نہیں بنتی ہے۔ اسٹیلیئم پھر خلیل کے سینے سے جھٹکتی۔

خلیل۔ اب تمہیں طلب نہیں سچا ہوا امان کو۔

اسٹیلیئم۔ پاشا کے فرائض بن بگ ہے۔ مجھے معلوم ہے۔ بلکہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اور پاشا کی
 جان رال برنیر اسٹیر ہے۔

خلیل۔ کیا تمہارے لیے پاشا کی جان لینے کے لئے تیار ہے۔

اسٹیلیئم۔ تیرے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں۔

خلیل۔ کیا تمہارے کان نہ کھلتے۔

اسٹیلیئم۔ پھر مجھ کو ڈارہو لے کاخون ہے۔

خلیل۔ بہن۔ زیرو۔ بڑی آسانی سے کام نکل آسکا۔ اور میں یہ سکر ہاتھ میں وہ دولت
 دیدوں گی جس کا امکان اند خیال میں بھی نہیں۔

خلیل۔ جو تم کہہ گی کروں گا۔ یہ بنا کو اب کتبہا کا موقع ملے گا۔

اسٹیلیئم۔ آئندہ کی زبان کھلا بھونگی تم نہ ہر بانے میں جلدی کرنا۔ اگر موقع ملے
 تو آج ہی شب کو نہر دیدوں گی۔

خلیل۔ دیر نہ ہوئی ہے پاشا بھان آئے جا کے اور تنہائی میں باتیں کرتے دیکھ کر شک
 نہ کر بیچے۔

اتنے میں لوگوں کا مارو عزو آتے دکھائی پڑے۔ خلیل اسٹیلیئم بھی تلخہ ہو

ٹھٹھے ہوئے اُن سے جا ملے۔ ایڈیون کا بھگٹ بھی فراوان فرمان آ رہا تھا۔ جو لین وغیرہ اور لکھی جوان یا شا کے بنگلے کی جانب روانہ ہوئے۔ بنگلے کے پاس پہنچ کر دیکھا یا شا جبر سورا ہے۔ لیکن زلیخا غالب ہے۔

باب سو پھوان

زلیخا کے غالب ہونے سے سب متحیر و پریشان تھے۔ حنا نندی کی مہربان فطرت نے غور سے پرکھنے لگی ہے۔ یہ مقام اس جگہ سے قریب سو گز کی مسافت پر تھا۔ یہ خیال ہمیشہ کتاب کوں یا شا کو اس حالت میں چھوڑ کر۔ آشتی کی جانب بڑھے وہ سمجھتے تھے کہ غلبہ و تسلط کے نیچے جیکون کے ساسے زلیخا اس راحت کر رہی ہوگی۔ مگر وہاں نہ نہ تھی۔ غلاموں سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا اُس کا سایہ بھی سیاہی میں آیا۔

گلنار۔ (گھر آ کر) بالے کیا میری بہن پر کوئی آفت آئی۔
شرین۔ چلو تلاش کریں۔

استغلیہ۔ گھرانے کی کوئی بات نہیں۔ باغ کی پٹری پر ہوا اکھاڑی ہوگی۔

سب گھڑے ہوئے پھر پھول بنگلہ کی طرف دوڑے۔ پار آگئی بھی آنکھ کھل گئی تھی مگر پریشان۔ یا شا سے پوچھا۔ کیا زلیخا اس بنگلہ میں ہے؟

یا شا۔ یہاں وہ نہیں۔ اندانوس میری پیاری بیٹی کیا ہوئی۔ کرسی پر بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔

خلیل۔ میں نہیں سمجھتا آخروہ کئی کمان۔ آفتاب کی تپش سے وہ گھبرا گئی تھی۔ اور اس وجہ سے اُس نے ہمارے ساتھ چلنے سے انکار کیا آئیے ہم سب ملکر اسکی تلاش کریں۔

استغلیہ کو خلیل کی ان باتوں سے کچھ رشک ہوا۔ بول اٹھی نہیں نہیں زیادہ پریشان ہو نہ گی کوئی بات نہیں۔ وہ ابھی واپس آتی ہوگی۔ خلیل کو کس جو لین زلیخا کی تلاش میں لہر چلے۔

اب ہم زلیخا کا کچھ حال حالہ قلم کرتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ زلیخا کمان گئی جب یا شا جبر سولیا۔ زلیخا دم بخود کسی فکر میں پڑ گئی اتنے میں پاس کی جھاڑیوں سے

کھڑا ہٹ کی مسدا آئی اسنے ام ہر آدمی کے نظر سے کام لیا کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر وہ اپنے خیال میں غوطہ کھانے لگی۔ اتنے میں پھر آواز آئی۔ اب کی دفعہ یہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آدمی وہ دیکھنے لگی۔ کچھ بھی نہ معلوم ہوا بھول بیٹھے سے باہر آئی۔ یکایک کوئی درہرست مضبوط ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا اور اس کے ہاتھ نے اسے پیچاری کا منہ بھی بند کر دیا۔ وہ چیخ بھی نہ سکی۔ منظر ہم زلیخا بہ سبب خون بہہ رہی ہو گئی۔ وہ نہ ہرست آدمی زلیخا کو آسانی اٹھا لیا۔ درختوں کا کھنسی اور پھیلی ہوئی شاخوں نے اولاد کی نگاہ کو اس تک پہنچنے نہ دیا۔

لوکس۔ جلیں اور خلیل اپنی اپنی مشوقہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے فاصلے پر تھے۔ وہ آدمی سب کی نظروں سے بچتا ہوا باغ کے کنارے جھاڑیوں میں گھس گیا۔ زلیخا کو ہنرہ زلیخا دیا۔ اتنے میں زلیخا کی آنکھ کھل گئی۔ اسنے دیکھا ایک سیاہ قام مسند حبشی رو بہ کھڑا ہوا ہے۔ زلیخا اٹھ بیٹھی اور لگی فوشا کر گئی۔ اب مجھے چھوڑے کیوں جان کا خوابان اور ہاتھیں۔ حبشی کے کہہ سنی سے تر تھے معلوم ہوتا تھا ابھی دریا سے نکلا ہے۔ یہ حبشی وہی سرور تھا زلیخا اس سے شناسا نہ تھی۔ زلیخا نے اس کا نام اور اٹھالانے کا سبب پوچھا اس نے کہا یہ نام سرور ہے۔ اور میں اس کے پاس سے پاشا کا غلام ہوں۔

زلیخا۔ ادبے ادب غلام الیاء چچا جان۔ کیر پاس۔ یہ بھاگ آیا۔ مسرور ہاں۔ امیری جان لینے کی فکر نہ کی تھی۔ اے۔ زلیخا کیا تین میری بی بی بننے سے انکار ہے۔

زلیخا چچا بھاگنا چاہتی تھی کہ حبشی نے اس کی نازک کلائی تھام لی۔ اور غصے سے کہا۔ تو میرے ہاتھ میں ہے۔ میرا بھاگنا بیکار ہے۔ زلیخا۔ کیا تجھے اپنی گرفتاری کا خوف نہیں۔

حبشی۔ میں اس کی بردہ نہیں کرتا۔ خوبصورت زلیخا ضرور میری زوجہ بنے گی۔ اور جو زیور اس کے ہون پر ہیں میری زندگی کے لئے کافی ہیں۔ بائج منٹ کی صلت دیجاتی ہے۔ اپنے نیک و بد کا فیصلہ کر لے۔

زلیخا۔ دور ہو۔ پاجی۔ کھرام۔ مجھے یہی زندگی سے مرزا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کھڑا اسنے اپنے ہاتھ کو تھکا دیا۔ اتفاق سے ہاتھ چھوٹ گیا۔ زلیخا جھاڑیوں کی طرف بھاگا۔ حبشی

اس کے پیچھے دوڑا۔ اتفاق سے ایک بچہ کی ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ زلیخا آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک موڑ پر پہنچی۔ سائے میدان میں ایک خوشنما عمارت کھڑی تھی۔ جنگل کے پاروں طرف بارش تھا۔ زلیخا کے بدن میں جان آئی۔ دیکھا بنگلہ کا دروازہ کسی کے دیدہ استعار کی طرح کٹا ہوا ہے۔ زلیخا اندر آئی ایک لڑکھلا ہوا دروازہ نظر پڑا یہ فکر میں تھی کیا کرنا چاہیے کہ دفعہ ایک آواز دوسرے کمرے سے آئی۔ کوئی کہہ رہا ہے اسے آنکھوں میں روشنی ڈالنے والے خوبصورت جوان مجھ سے دور نہ جاوے گا۔ تو جیسا کہ تم پہ کھڑا ہے کھڑا رہ۔ میں تیری قبولی ہوتی ابھی طرح دیکھا جاتا ہوں۔ تیری کسی قسم میں جا رہا ہے خوبصورت شخص کیا تو خدا کا فرستہ ہے۔ کیا تو اپنے ہمراہ بان رنواں کا سر کر لیتا ہے۔ ان میں رکھتا ہوں کہ تو مجھے زمین سے اٹھا رہا ہے۔ ہو وقت باغ نسیم کہ گلگتہ گلون سے میرا دماغ سطر ہے۔

ابا ابا! سہ تیزی کے ساتھ ہو کر بھاڑ میں جا رہا ہوں۔ تیرے گیسوے حسین اس با ابد عطر پاش ہیں۔ دیکھ اس وقت میں کیا سبک ہوں اور کس طرح میرا اذکر رہا ہوں۔ زمین سے کس قدر بند رہی ہو چکا گیا۔ قسط ظنیہ کی تمام بستی میرے زیر قدم ہے۔ اس کے لیے میں خوشنما زمین پر جنبش کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ خلیج اسفوس ایک چھوٹا سا ڈیڑھ معلوم ہوتا ہے۔ شامی ناخات چھوٹی چھوٹی کیا زبان ہیں۔ آواز چھ دیر کے لیے بند ہو گئی زلیخا دروازے کے پاس سی سی ہوئی کھڑی تھی پھر آواز آئی۔

بچہ اب ہم کتنی ہندی پر ہرج گئے۔ اے خوبصورت بندہ بونیا کے تمام کھیتوں اور گندی ناپاک ہوا سے بچا لینے لگا کیا شکر یہ ادا کروں کسی کی آواز سے بے کار زمین آ رہی ہے۔ اس میں تو بھی شکر ہے۔

ابا ابا! کسی شیرین گفتار ہے۔ میں ہشتی خطے کے قریب پہنچ گیا۔ غصہ پھر آواز نہ ہو گیا زلیخا کھسک کر استعجاب میں غرق تھی۔ یا الہی کیا معاملہ ہے۔ آگستہ آگستہ قدم بڑھا کر کھسک کر چھانک کر دیکھا دو حبشی غلام زیر۔ پلاگ سور سے تھے اور ایک شخص بلیک برن راز تھا۔ زلیخا مہنوت کھڑی تھی۔ اتنے میں ایک غلام نے اُسے دیکھ کر بون بے سیدھی انگلی رکھی۔ زلیخا دم بخود اور آگے بڑھی۔ قریب پہنچ کر جب اُس کی نظر نے بلیک سے ٹھوکر کھائی تو جھجک اٹھی، مگر

کچھ زیادہ تھی چہرہ مہیب تھا۔ ولان ہاتھ جس میں بھر استخوان کے گوشت کا نام نہ تھا بجا سے
 تھے کام سے رہا تھا اور بائیں ہاتھ کی خشک انگلیاں ٹہنی سے لٹک رہی تھیں۔ آنکھیں حد درجہ چشم سے
 نکلی پڑتی تھیں۔ چہرہ بالکل سفید خون کی چھینٹ نہ تھی۔ گال پیچ ہڈیاں نکلی ہوئی معلوم ہوتا تھا
 ہڈیوں پر جھلی مندرجی ہوئی ہے۔ زلیخا یہ کیفیت دیکھ کر کھچے بانوں درپس پھری۔ اور غلام کو اپنے
 ساتھ باہر آنے کا اشارہ کیا۔ غلام اڑھکر زلیخا کے پاس آیا۔ اور دست بستہ ہو کے بولا۔ ناظر
 میں آئی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

زلیخا۔ میں دل تابان پاشا کی عموزادہ دستر ہوں۔ پاشا اپنے شفیقوں کے ساتھ باغ میں گشت
 لگا رہے ہیں۔ مجھے آنکے پاس پہونچا دو۔ تنہا جانے سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ کچل کا واسطہ
 بہت نہیں پڑتی۔

غلام۔ بغیر استمراج آقا ہم لوگ ٹل نہیں سکتے۔ جب تک بیدار ہونگے۔ جانا محال ہے
 زلیخا۔ آخر تک بیدار ہونگے۔

غلام۔ دو ایک گھنٹے میں۔

زلیخا۔ میسر تو کام فرشتہ دار میرے لیے پریشان ہونگے۔ اور خدا جانے تمھارے آقا کی آنکھ
 کب کھلے۔ اُس کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔

غلام۔ کیا آپ ابھی مک نہیں سمجھیں ہمارے مالک کون ہے۔
 زلیخا۔ نہیں۔

غلام۔ ہمارا مالک ایفونی ہے۔ اور قریب قریب اُس نے اپنی نصف عمر اسی نقی بہشت
 میں گذاردی ہے۔

دفنہ پشت پر کسی کے بانوں کی چاپ سنائی دی۔ زلیخا نے دیکھا سیاں خلیل اسے ہیں
 آنکھ چارہوتے ہی دونوں گلے ملے۔ زلیخا نے گل ماجر سنا دیا۔ پھر دونوں وہاں سے
 روانہ ہوئے۔ خلیل سمجھتا تھا مسرور مشی ڈوب گیا ہوگا مگر زلیخا کی زبانی کیفیت سکر اسے
 پھر فکر پیرامو ملی۔ دونوں خرامان خرامان دل تابان پاشا کے پاس پہونچے۔ اسمیلیہ بھی
 بیٹھی ہوئی تھی۔ زلیخا کی صورت دیکھ کر سب ہشاش ہو گئے۔ چہرہ پر بے جا آگہی۔ نین اسمیلیہ کے
 دل میں آنکس رقابت پھر نکلی تھی۔ زلیخا نے اپنی سرگزشت پاشا کو سنائی۔ پاشا کو سرور پر
 بہت غصہ آیا۔ آخر سب لوگ کشتی پر سوار ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ القصد سب لہران

طریق دل تابان پاشا کے دوستکدے پر وارد ہوئے۔ محل میں پہونچ کر اپنے اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ خلیل نے ترائی میں پاشا سے کہا۔ میرے آقا اگر مینا کے کہنے کی نگرانی کا دل چاہتا ہو تو آپ باور کریں گے۔

پاشا۔ کیوں آپ مذاق کرتے ہیں؟
خلیل۔ پیر مرشد باہر وقت مذاق کا نہیں ہے۔ آپ ذرا توقع فرمائیں تو میں کل چشم دید قلم آپ کو سنا دوں گا۔

پاشا۔ قسم خدائے پاک کی کیا حال ہے تمہاری گفتگو سے پریشانی بڑھ گئی۔
خلیل۔ خدا انرا آپ یقین دہن میں بخیر لہجہ کے کسی دوست سے سخت نہیں کرنا اور آپ سے تنقید نہیں کہ آپ کی اوقات زوجہ محترمہ دینی بی اسلیطہ کے کمرے میں بائیلو لائے ہو۔
بے ادب۔ دعا باز۔ اسلیطہ

میرے آقا یہ موقع غصہ کا نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد غصہ نکالنے کا موقع ملے گا۔ میں آپ کی بی بی کے کمرے میں جانو الامون۔ آئندہ مجھے وہاں بجا لنگی آپ کسی مناسب جگہ رو پڑیں اور میں اور سب پرفتن اسلیطہ کے پاس بیٹھ جوں جوں کہ باہر نکلے آپ اس کا ہاتھ پکڑ لیں۔ لیکن مابین میں پھر آپ اپنی بی بی کے کمرے میں جا کر دم سنبھالیں اور دروازے کے کان لگا کر اس کی گفتگو سمجھ کر سن کر اور جب میں پاشا کے کون اندر آ جاؤں میرے آقا کیا رجاء دین ابھی اس کا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا۔
پاشا۔ ہاں۔ ہاں۔ میں قسم کھاتا ہوں۔

خلیل۔ خاموشی اس کجا کے آنے کی آواز آتی ہے۔ پس یہ آئندہ ہے حضور اس پر فے کی اوٹ میں ہو جائیں وہیں سے تماشہ ملاحظہ کریں۔
پاشا پردے کے اندر چھپ گیا۔ آئندہ آئی اور بولی۔

یہ حضور چلے۔ اسلیطہ آجکا انتظار کر رہی ہیں۔
خلیل۔ (زنی کے ساتھ) اچھا۔ تو آگے آگے چل۔ میں تیرے پیچھے چلتا ہوں خلیل اسلیطہ کے کمرے میں جا کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ جہان غمگی پر دروازے کے دروازے کو کھولے تھا۔
پاشا کی بی بی حسب عادت مسہری پر کھینچ لگائے بیٹھی تھی۔ آئندہ کے جس آئے ہی خلیل اسلیطہ کی طرف بڑھا اسلیطہ بھی آگے بڑھی گئی خلیل نے دل میں یہ شعر پڑھا۔
آپ کے طور پر آجے نظر اچھی
آپ کی شکل بھلی آپ کی صورت اچھی

خلیل - دھیرہ ہو کر اسماعیلیہ خان! آج ایک بات میری سن لو

اسماعیلیہ - دلبر! جانی کہتے کیوں نہیں - ؟

خلیل - مجھے یہ بتا دو کہ حوزہ ہرمین بے گیا تھا اسے کام لین لایا یا نہیں -

اسماعیلیہ - ہرمین تیرے لیے سب گناہ کرنے کے لیے تیار ہوں -

اسماعیلیہ - جان! اسی موقع ہاتھ نہیں آیا - ورنہ اب تک کبوت کا کام تمام کر چکی ہوتی -

خلیل - کجا مجھے بات کی موت کا شوق نہ ہوگا -

اسماعیلیہ - بیشک - میں اس کا انوس نہیں کر سکتی - ہرمین تیری ہو کر ہو گئی - یہ کہہ کر اس نے اپنے

ہاتھ خلیل کی جانب بڑھائے خلیل ہاتھ جھٹک کر دور ہٹ گیا -

خلیل - اربے ادب مردار تیرا راز افشا ہو گیا - میں نے تیری آزارش کے لئے لوکس اور جوین کو

بھیجا تھا اس مہکل شہنشاہی میں جو درپردہ خون ہو رہے ہیں - یعنی جو لاشیں باسفورس میں نظر آتی ہیں -

وہ تیرے ہی مخالفوں کا قہر ہیں تو انہیں کے ذریعہ سے جو ان مردوں کو ہلاکتی ہے اور جیتے جاگتے

ہوتے تھے تو بے بسی سرور کا شکار بن جاتے تھے - ان کی لاشیں تہ خانے کے اندر چور و زور سے

جوانہ پاشا کا خزانہ ہے پانی میں ڈال دیا کرتا تھا اور ہر طرح وہ لاشیں ہتھیانے کے باسفورس کے

سائون پر ہونٹتی تھیں - انوس - وہ دارقوس نے بڑا غضب کیا میرے آقا ذرا اوجھڑ آئیے -

خلیل کوں تھا - خلیل سلطان شہنشاہ کا کلاں شاہزادہ تھا اس کے پاس شاہی مہر کی انگوٹھی تھی

اسی وجہ سے سب پر اس کا اثر پڑتا تھا - خیراب دو باتیں اور عوالہ ظلم کرنا ہیں اسماعیلیہ اور اسماعیلیہ

کی جیل میں قید کی گئیں - سرور و شہی بھی گرفتار ہو کر جیل میں ڈال دیا گیا - گھناؤں شیرین لوکس اور جوین

کے ادواج میں آئیں - رنجنا کا بڑھا باب حسن فندی قیسے نجات پا گیا - رنجنا کا عقد خلیل سے

ماندھا گیا - اہل شہنشاہی کی پریشانیان دفع ہوئیں - خلیل نے کہا اسی سراغ لگانے کے لیے میں نے

اپنے بایں شاہ شہنشاہی سے عایشا انگوٹھی لی تھی دل تابان پاشا کو عورتوں سے نفرت ہو گئی

اور ہمارا قصہ ختم ہوا - ہم نہیں کہہ سکتے آپ لوگوں کو اس سے عبت ہوئی یا نہیں خیر نصرت

تمام شد

آرین سنگاں

شعبہ برائے افسانہ و نثر

منازل

پاپی غیب و غریب
کلیں شہرہ کر نشتہ نشتہ

کونو نہ بنا دو دیکھو کہ
اب جو ہوشیار ہے اس کے اپنے
نہایت نرمی سے

خلاص کی بدولت خاندان
 اہل خانہ کی برتری
 کی بدولت خاندان
 اہل خانہ کی برتری
 کی بدولت خاندان
 اہل خانہ کی برتری

۱۔ اہمیت ہوتی
 ۲۔ دوپٹے
 ۳۔ چھوٹے
 ۴۔ چھوٹے
 ۵۔ چھوٹے
 ۶۔ چھوٹے
 ۷۔ چھوٹے
 ۸۔ چھوٹے
 ۹۔ چھوٹے
 ۱۰۔ چھوٹے

عشق و محبت
ہو کر ایک ساتھ اپنے
عشق صادق کے آگے
سے زندہ تصویریں کا کچ لا لیا
سکیناں و غیرہ
قیمت صرف
چار آنے
بہ کھڑون کا ملب
شیر خواجہ کا دریا من ہنسا

پہلے ایک اور اس کا ایک شریف خاندان میں پرورش
کی خوشیاں بہت تھیں۔

بیت دول

شیخ طیب

ناول

حسین لانی

شہاب الدین اور برحق لاج کے زمانے کا ایک تاریخی ناول
مسلمان دہلیوں کی جان بازی اور سر فر دہی
راچو توں کی بھادی۔ رزم بزم کے سین تارن
کی تارن قصہ کا قصہ جو دہلی کی داستان
ناول کا لطف و دہلا کر دیا ہے۔
قیمت صرف چار آنے (۴)

ایکے آئے ہو آقا کی من تباہی کی ضرورت
نہیں آپ کے منصوبے دیکھ کر طیب نے
ہمت والوں کے حوصلے میں دوچار
لینا آپ کے لئے بچوں کا کھیل ہے۔ دوچار
کھیلوں کا رعب کی بھادی اور آپ اپنے
غیرت لئے کہ اس پر بھی بھادی
ارے کھیلوں کا آواز دہی لے کر
قیمت صرف ۱۰

ظہیر عشق

عشق و محبت کی سچی داستان عشق محبت
اٹھا عشق صادق کا اثر عاشق و معشوق کا بھار
ہونا سہ آئینہ زندگی کی آیت۔ قیمت ۳۰

شیخ علی کے پڑھنے والے قوت سے کیا پڑھیں گے شکستہ
دل البتہ اسے پڑھ کر تسلی پا سکتے ہیں چوٹ کھانے
ہو دہلیوں کے لئے انہیں کی آواز بارت ہو قیمت ۳۰

بوڑھے کا ایک سونے کی

بوڑھے کا ایک سونے کی کے ساتھ شادی
کر کے کا خراب تیجہ لڑکی کا سبب و شکر کے ساتھ
آپنے جذبات کا روکنا اور مان باپ کے
سینے کی لاس رکھنا۔ نہایت پراطف پیرا
اور طرافت آمیز انداز میں حوالہ تعلیم دیا ہے
انجام درخشاں ہے۔ قیمت ۳۰

دل و دل

دل و دل کے مومن کی سچی داستان
ایک دہلی کے بچے کا سونے کی کے ساتھ
محبت و عشق کی آیت۔ اور طرافت آمیز
انجام درخشاں ہے۔ قیمت ۳۰

قیمت ۳۰